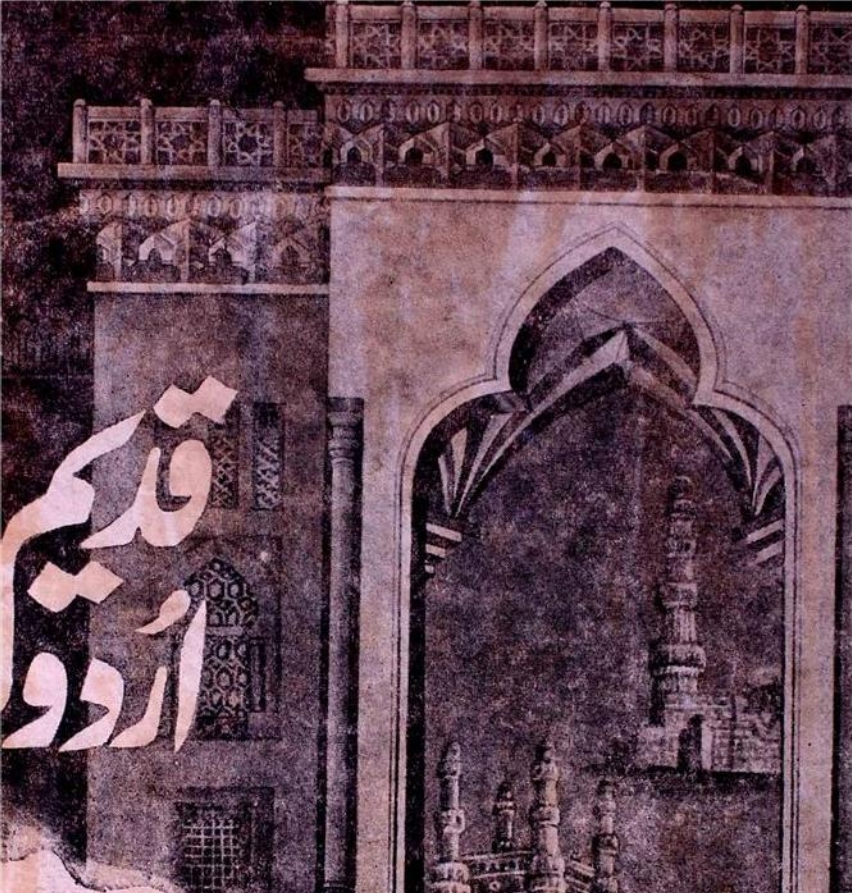

قدیم اردو

جلد سوم ۱۹۶۹

راہیم نامہ

عبدل دہلوی

مرتبہ
مسعود حسین خاں

ایچ - ای - ایچ - دی نظام چیریٹبل ٹرسٹ
کی مالی امداد سے شائع کیا گیا

ابراہیم نامہ

از

عبدل دہلوی

(سرخیل دبستان بیجاپور)

مرتبہ

مسعود حسین خاں

پروفیسر و صدر شعبۂ لسانیات ، علی گڈھ مسلم یونیورسٹی
سابق پروفیسر و صدر شعبۂ اردو عثمانیہ یونیورسٹی

سلسلہ « قدیم اردو » جلد سوم ، شعبۂ لسانیات
علی گڈھ مسلم یونیورسٹی

(اے عبدل! تو شاہ کی صفت کتنی ھی بیان کیوں نہ کرے وہ تو سارے زمین و آسمان میں بھر رھی ھے)

راقم نے نسخہ س کے اس شعر کو بہ غور دیکھا اس نسخے میں بھی عبدالکیتی واضح طور پر «ت» کے دو نقطوں کے ساتھ لکھا گیا ھے۔ غلط فہمی کی اصل وجہ «ل» کے بجائے «ال» استعمال ھے۔ نسخہ الف« عَبد الکِیتے» پر اعراب لگے ھوئے ھیں۔ ان اعراب اور «ت» کے دونوں نقطوں کی موجودگی میں اسے کسی طرح عبدالکنی اور پھر عبدالگنی (عبدالغنی) نہیں پڑھا جاسکتا۔ مزید برآں اگر اس شعر کو عبدالغنی تخلص ڈال کر پڑھا جائے تو اس کے معنی مجہول سے ھوجاتے ھیں۔ معنی کچھ اس طرح کے ھوں گے «اے عبدل! تو شاہ کی صفت بیان کر (جو) زمین اور آسمان میں بھر رھی ھے»۔ لیکن لفظ کیتی (کتنی) رکھ کر پڑھا جائے تو شعر زیادہ با معنی ھوجاتا ھے۔ عبدل یہ شعر خاتمہ تصنیف پر لکھ رھا ھے جب کہ وہ «صفت شہ» حتی المقدور بیان کرچکا ھے اس لئے یہ قرأت بہتر ھوگی کہ «اے عبدل تو صفت شہ کتنی (کیتی) ھی بیان کیوں نہ کرے (نہیں کرسکتا) کیوں کہ وہ تو زمین آسمان میں بھر رھی ھے»۔

سوال پھر رہ جاتا ھے کہ عبدل کا پورا نام کیا ھوگا۔ راقم السطور کا خیال ھے کہ یہ غالباً عبداللہ ھوگا۔ ھوچند عبدل بہت سے اسلامی ناموں کا پہلا جزو ھوتا ھے

رکاں[1] پونج[2] درمیاں ہو پربت سُمیر[3]
پڑیا بوند رس جو سو دریا چو پھیر
صفت شاہ کا باس جَس[4] سب بھریا
گگن بھنور درمیاں ہو نِس دن پھریا
و لیکن صفت یک زرا شاہ جان
رہیا جھاڑ ہو کر زمیں آسمان
طرف آٹھ[5] ڈالیاں، گگن ہو جیوں پان[6] /۱۸
سُرج ، چاند ، پھل پھول دِستے[7] نشان
سو اس جھاڑ تعریف کُو[8] کیوں کرے
جو لُو[9] جیبھ کیوں صفت دریا بھرے
سو یوں دیکھ حیران رہ بُد[10] بچار[11]
کیوں کر ڈال پکڑو، صفت شاہ جھاڑ
دھریا سیس[12] دل پر عَقل فکر پاؤں
زباں سُوار[13] ہو کر بچن ہاتھ دھاؤں[14]

۱- رکھاں = رکھ کر ۲ - پونچھ ۳ -سمیرو یا میرو پربت جو هندو دیو مالا کے مطابق دیو تاؤں کا مسکن هے اور سونے اور جواهر سے مرکب هے ٤-یش : شہرہ ٥- آٹھ دشائیں: هشت جہت ٦-پتے ٧- دکھائی دینا ٨ - کوئی ٩ - جب تك (« جَو » کا تلفظ « جو ») ١٠ - بدّهی: عقل، فہم ١١-بچاری ١٢-سر ١٣-قدیم اردو میں اس لفظ کا تلفظ پیش هی سے تها - آج بهی یو - پی کی کهڑی بولی میں ملتا هے ١٤- دهانا: دوڑنا ، بها گنا، محنت کرنا -

پکڑ صفت پرکاس[1] اُس کاج کا
براهــیم عادل شــاه راج کا[2] ١٩/الف

وهی چاند هے شاه جگ چانـدنا
اسی چاندنی چهانهه ، جگ چاندنا[3]

* اسی روپ پر چاند سُرِج بهول کر
پهریں چُو[4] ِگرد رات دن ڈول کر

سو اس روپ لك چاندسرج یوں پهریں
سوشه دیکهنے ،رات دن جپ کریں

هوا اِ[5] سرج جوگی صبح راکھ لا[6]
ِجتا سیس کرناں[7] سو پهرتا ِکهنڈا[8]

پڑی سانجھ[9] دریا میں وُ جائے کر ١٩/ب
صبح آئے مانگے سو شه پائے[10] پر

---

* - الف میں شعر ۱۵۷ کا مصرع ثانی ، شعر ۱۵۸ کے مصرع اول سے بدل گیا هے۔

۱ - پرکاش : روشنی ۲ - دونوں نسخوں میں یه مصرع اسی طرح هے لیکن ساقط الوزن هے ۳-س میں «باندنا» هے ٤-« چو » کی بجائے« چُو » لکھا گیا هے جو بولی کا تلفظ هے ٥ -هوا ٦-لانا : لگانا ۷- سر کی شعاعیں ۸ - کهنڈانا : پهیلانا ،بکهیرنا، شبد ساگر)- کهنڈا مرهٹی میں گهاٹی یاوادی کو بهی کهتے هیں مراهٹی ویت پتی کوش) ۹ - شام ۱۰ - پاوں۔

* توں دے شاہ عالم سرج روپ دان[۱]

جیوں مجھ جوت تن ہوئے روشن جہان

و لے تیج شہ روپ نا تاب لیائے

سرج آنکھیوں کرنا[۲] سو چھپ[۳] رات جائے

دو جے چاند ہو بھی تپے روپ کر

چڑھا گگن ڈوگھر[۴] سو بن رات دھر

سٹا[۵] کھان[۶] پورن کلا[۷] کھین[۸] ہو

سو تن چھیج[۹] نس دن رہیا جھین[۱۰] ہو ۲۰/الف

۱۶۵ پیا جھاڑ رس، لگ[۱۱] سو مکھ پر سیاہ[۱۲]

نشانی دسے روپ اجھنو[۱۳] سو ماہ

پکڑ ہاتھ کرنوں سو جپ مال من[۱٤]

پرو ڈھال تارے لڑان جاپ[۱۵] کن[۱٦]

---

* نسخہ س میں شعر نمبر ۱٦۱ کا پہلا مصرع غائب ہے۔

۱ - صدقہ حسن ۲ - کرناں (کرنیں) کا غیر انفی تلفظ ۳ - یہ لفظ ابراھیم نامہ میں مفتوح لکھا گیا جو «چُھپنا» اور «چھپنا» کے علاوہ بولی کا تلفظ ہے ٤ - ڈونگر: پہاڑ ٥ - چھوڑا ٦ - کھانا ۷ - چاند کی سواہ کلا ۸ - گھٹ کر، زائل ہوکر ۹ - دبلا ہونا، لاغر ہونا ۱۰ - دبلا پتلا، لاغر ۱۱ - لگ گئی ۱۲ - سیاھی ۱۳ - اجنوں: اب تک ۱٤ - جواھرات کی مالا ۱۵ - جپنا ۱٦ - ٹکڑا، حصہ -

مَگے[1] شاہ عالم تو دے دان رنگ
کلا جوت پورن ہو مجھ برن[2]
چتارے[3] ابی[4] (؟) گگن ورق ھات
سو شہ روپ کا رنگ بھر دیکھ دھات[5]
دیکھیا چاشنی[6] بوند سو ھو چاند سور[7] ۲۰/ب
اجالا کیا سب تو عالم ظہور
۱۷۰ ولے چاند ھور سرج کیوں سر کروں[8]
حُسن شاہ سوں جوڑ[9] کیوں کر دھروں
* تپے سرج تو ھو اگن[10] جال[11] جگ
کلا کھیں[12] ھو چاند مکھ سیاہ[13] لگ

---

* - نسخہ س میں یہ شعر نہیں ھے بلکہ شعر نمبر ۱۷۱ کا پہلا مصرع اس طرح ھے ع: تپے سورج روپ کوں آئے کر راہ دھر ظاھر ھے یہ شعر نمبر ۱۷۲ کے پہلے مصرع سے گڈمڈ کر دیا گیا ھے۔
۱ - مانگے ۲ - رنگ ۳ - مصور ٤ - یہ مصرع اس لفظ کے نہ پڑھے جانے کی وجہ سے ساقط الوزن ھے - معنی کے اعتبار سے آ + لائے سے قرأت کی جاسکتی ھے یعنی « مصور آسمان کا ورق ھاتھ میں لے کر آئے» ٥ - طرح ، قسم ، ڈھنگ ٦ - امتحان ، آزمائش ۷ - سورج ۸ - سر کرنا : برابر کرنا ۹ - مثال ۱۰ - اگنی : آگ ۱۱ - جوالا : شعلہ ۱۲ - زائل ، لاغر ۱۳ - سیاھی -

سرج روپ کوں آئے کر راہ دھر
چھپے چاند تو جا اماوس میں پر[1]
سرج دیس[2] نکلے سو چھپ رات میں
کلا[3] چاند پورن[4] کلنک ذات میں ۲۱/الف
* سرج جوت بارہ کلا[5] لا گنی
دُوجیں چاند سولہ کلا[6] جاگتی
۱۷۵ سرج ، چاند دو مل ، اٹھایس کلا[7]
کلا روپ تن شاہ چوسٹھ کلا[8]
کہ یاشہ حُسن روپ برمنڈ[9] بھر
سرج چاند ، تارو[10] ھو درمیان پر[11]

---

* - س میں یہ شعر دوبارہ درج ھے -
۱ - پڑ ۲ - دن ۳ تا ۸ - کلا کے لغوی معنی « بہت چھوٹا حصہ » یا « ذرے کا آٹھواں حصہ » جب یہ چاند سے متعلق ھوتا ھے تو چاند کی قطر کا سولھواں حصہ مراد ھوتا ھے ، اسی لئے چاند کو « کلا ندھی » کہتے ھیں - دوج کے چاند کی سولہ کلا ھوتی ھیں اسی طرح سورج کی ' بارہ کلا ' مشہور ھیں - جب اس کا تعلق فن موسیقی سے ھوتا ھے تو « گانے بجانے کے چونسٹھ فن » مراد ھوتے ھیں - عبدل لفظ کلا صفت تجنیس کے طور پر استعمال کرتے ھوئے کہہ رھا ھے کہ چاند کی سولہ کلا ھوتی ھیں اور سورج کی بارہ - دونوں کی مل کر اٹھائیس ھو جاتی ھیں لیکن ابراھیم چوں کہ فن موسیقی کا استاد ھے اس لیے وہ گانے بجانے کی چونسٹھ کلاؤں کا حامل ھے ۹ - عالم ، دنیا ۱۰ - تاروں (غیر انفی) ۱۱ - پڑ -

* پھریں شہ حسن سمند[1] میں سور ، ماہ
کلا ، جوڑ ہاتھوں دکھاویں سو تھاہ
جگت روپ وَنت[2] آملے ایك بار ۲۱/ب
نہ رہ جوڑ کر شہ حسن تِل[3] نگار[4]
ملیں جوڑ دیوے جو لاکھوں ہزار
نہ سَربَر کریں[5] ایك کرن سُرج تھار[6]
۱۸۰ یہیں[7] سور ، شہ جوت دیکھ جگ چھپا
بہوت چاند روپ ونت ہو عالم جَھپا[8]
یوں شہ روپ کی سن کہانی تمام
نہ رہ کر سکیا مصر ، یوسف مدام
کہ مجھ روپ تھے ہو اَدِھك شہ دَکَھن
کلا روپ بھر کر سو چوسٹھ لَکَھن[9] ۲۲/الف
بھولی مجھ حُسَن ایك زلیخا مدام
سو شہ دیکھ کر بھول عالم تمام

---

* ۔ س میں اس شعر کا پہلا مصرع اس طرح ھے ع :
بھریں شہ روپ برمنڈ بھر
۱ ۔ سمندر ۲ ۔ حسین ۳ ۔ زرا ٤ ۔ حسین ، خوب صورت
۵ ۔ مقابلہ کرنا، ہمسر ہونا ٦ ۔ تھال ۷ ۔ یوں ھی (یہ لفظ ہر جگہ مفتوح ھے) ۸ ۔ جھپنا : شرمندہ ہونا ، جھینپنا (شبد ساگر)
۹ ۔ چوسٹھ لکشن : اس سے قبل بھی ابراھیم کو چونسٹھ کلا کا حامل بتایا ھے چوں کہ وہ استاد موسیقی تھا اور گانے بجانے کے چونسٹھ فن مانے جاتے ھیں ۔

وهی عدل سوں ملک سب رانتا[۱]
ایسا شاہ عالم جگت جانتا

۱۸۵ اسی عدل تَقوِی[۲] چڑی نا ڈرے
لِجا[۳] گھوسلا[٤] باز آنکھ میں کرے

سِکوڑی[٥] زمین، سَمنَد بھر تیل نیر[٦]
رکھیا آن درمیان سو باقی سُمیر

دیوا جوت پرتاپ[۷] ہو دیس بھر ۲۲/ب
سُرَج روپ ہو یچ پڑے پھول جھر[۸]

سو (وہ[۹]) پھول جھڑ کر پڑیا گگن پر
شفق روپ ہو کر اِگن جال کر[۱۰]

دُھوَر[۱۱] رنگ گگن جل چَھلے[۱۲] تن پَڑے[۱۳]
بَرَن رات تارے ہو جگ مگ کرے

---

۱ - رانتا: حکمرانی کرنا ۲ - قوت ۳ - لے جا ٤ - گھونسلا
٥ - سکوڑنا: سکڑنا کا متعدی فعل ہے، اب متروک ہے
٦ - پانی ۷ - تابش، چمک ۸ - جھڑ ۹ - اضافہ مرتب، دونوں نسخوں میں نہیں ہے ۱۰ - جلا کر ۱۱ - دھوئیں کے رنگ کا
۱۲ - چھالے ۱۳ - پڑے، عبدل نے [ڑ] اور [ر] کے الفاظ اکثر قافیہ کیئے ہیں، اکثر اوقات کاتب «پرے» «جھرے» ہی لکھتا ہے لیکن بعض مقامات پر [ر] کے نیچے تین نقطے لگائے گئے ہیں، مثلاً شعر نمبر ۱۹٦ میں -

سو (وہ[1]) سب چھلے بھوت پانی جھڑیا
صبح روپ ہو گگن سرور[2] بھریا
سُرج روپ چکواہ[3] سو جل میں ترے[4]
نکل رات سوال[5] خوش ہو پھرے ٢٣/الف
ہواو[6] شاہ عالم جگت ناؤں یوں
کہ پھر ذوالقرن[7] دَور آیا ہے جیوں
* ہوا جیوں سو نوشیرواں نیک نام
ولیکن اسے کفر تھا دل، مدام
** سو کیوں شاہ سربر کرن آن کر
جھپے[8] لاکھ نوشیرواں عدل پر
جکو آؤ جس کاج تس داد (د[9]) ے
مَرَم[10] بات کا پونچھ، دل ھاتھ لے
جو ایک بار مکھ تے بچن کچھ جھڑے ٢٣/ب
جو کچھ بولیا سو جرم[11] نا پھرے

---

* ۔ س میں یہ شعر دوبار درج ہے ۔
** ۔ س یہ شعر ندارد ۔
١ ۔ اضافہ مرتب ٢۔ تالاب ٣۔ چکوا کا ھکاری تلفظ ٤ ۔ تیرے
٥۔ سوار = کائی (پلاٹس) ٦۔ ہوا (برج کا تلفظ) ٧ ۔ سکندر ذوالقرنین ٨۔ جھپنا : جھینپنا ، شرمندہ ہونا ٩۔ «د» اضافہ مرتب
١٠ ۔ بھید ، دل کی بات ١١ ۔ ھمیشہ ۔

در تعریف سخا حضرت شاہ عالم پناہ
ابو المظفر ابراہیم عادل شاہ

سخاوت ہوا شاہ جگ آشکار
رحم اُبرو[1] ہو کر برس دان دھار[2]

اگن روپ دَالدِ[3] جھُنو[4] جال دل
تہ[5] دِھك[6] دان پانی ہو ہر ایك کِھل

جوٹك دان کر شاہ دھو ھاتھ نیر
۲۴/الف زمیں پِنڈ[7] ہو کر اُوھے[8] دو سریر[9]

۲۰۰ ہو شہ دان اوتار دَانِك[10] اپار[11]
سو بَل[12] ہوز کرن[13] ناؤں جگ آشکار

* جتے دان کر ہو جگت خوب گن[14]
ہو شہ دان کی راس[15] تھیں دانی جن[16]

---

* - شعر نمبر ۲۰۱ نسخۂ س میں نہیں ھے -
۱ - س میں « ابر » ھے ، ابرو = ابر ۲ - سخاوت کی دھاریں ۳ - دالد = دار در = دلدّر ، نحوست ، افلاس ٤ - جن کو ٥ - ٦ - اتیادھك = (اتی + ادھك) = بہت زیادہ ۷ - گولا ، گیند ۸ - ہوئے ۹ - جسم ، ٹکڑے ۱۰ - دان کرنے والا ۱۱ - بے حد ۱۲ - راجہ بلی ۱۳ - راجہ کرن (دو راجہ جو بہت سخی گذرے ھیں) ۱٤ - اچھے گنے جاتے ھیں ۱٥ - راشی : ڈھیر ۱٦ - لوگ -

٭ که یا شاہ کا دان دریا اپار
دِسے ھاتھ ہو کَنول پہ آشکار
رہے ھنس جیو سب جگت بھول کر
عجب ہو کنول تھے رتن نو سو[1] جھر
گگن دیکھ وُ نو رتن دان سار[2] ۲۴/ب
نَہر[3] رات دن کے دو نھوں[4] ھت پسا (ر)
۲۰ لیا مانگ لالچ سوں شه پاس دان
رتن نو گرہ کر دَرھیا[5] سیس تان
سوشه دان کی دھاك ھم گر[6] ڈریا
سٹیا[7] روشنی جا اڈِشٹ[8] ہو دریا
اِندر لوك[9] ڈر کر ایکس ایك[10] کہیں
که جب جانے پربت، کہاں ھم رہیں
ولے ایك سن بات جکونی انند
کریں جیو میں آت[11] خوشی بھوت چھند[12] ۲۵/الف

ـ س میں شعر نمبر ۲۰۲ کا مصرع ثانی شعر نمبر ۲۰۰ کا مصرع
ں لکھا گیا ہے اور نمبر ۲۰۰ کا مصرع ثانی غائب ہے ـ
ـ دونوں نسخوں میں املا «سُ» ہے ۲ ـ دان سار: دان والا
ـ جھك کر ٤ ـ دونوں ٥ ـ دھریا کی منقلب شکل = دھرا
ـ ھم گری: ھمالیه ۷ ـ سٹنا: چھوڑنا، پھینکنا ۸ ـ اوجھل
ـ اندر کا مسکن ۱۰ ـ ایك سے ایك ۱۱ ـ بھت ۱۲ ـ طرح ـ

لیکن عام طور پر عبداللہ نام کے اشخاص کا عرف عبدل پایا جاتا ھے - اسکی وجہ ظاھر ھے - جب کہ عبدالقادر عبدالحکیم، عبدالقدیر کو قادر، حکیم اور قدیر کے ناموں سے بھی یاد کیا جاسکتا ھے - عبداللہ نام کے آدمی کو کبھی بھی «اللہ» کے نام سے نہیں پکارا جاسکتا - عبداللہ نام کے اشخاص آج بھی اکثر اوقات عبدل کے نام سے پکارے جاتے ھیں - مجھے ایک دو مثالیں عبدالعلی نام کے شخص کو عبدل سے یاد کیے جانے کی بھی ملی ھیں - اس کی بھی وجہ وھی ھے، یعنی محض «علی» کے نام سے یاد کرنا مناسب نہیں سمجھا جاتا - اسکی تردید میں صرف اسقدر کہا جاسکتا ھے کہ محض علی نام اکثر اوقات پایا جاتا ھے لیکن «اللہ» نام سے کبھی کسی شخص کو یاد نہیں کیاجاتا. اس لسانیاتی استدلال کی بنا پر ھمارا خیال ھے کہ عبدل کا پورا نام عبداللہ ھی ھوگا -

ابراھیم نامہ کی داخلی شہادت کی بناء پر عبدل کی شخصیت اور صلاحیت کے بارے میں کچھ اور معلومات بھی حاصل ھوتی ھے - اپنے گرو ابراھیم کی طرح عبدل بھی سنی العقیدہ تھا - نعت رسول کے فوراً بعد اس نے «در مدح یاران رسول اللہ صلعم» کے عنوان سے دس شعر «چار یار» کی مدح میں نہایت عقیدت مندانہ لہجے میں لکھے ھیں - خلفائے راشدین کی مدح سرائی کے بعد اس نے خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی تعریف میں بھی

نہ رہ دان تِل[1] شاہ پربت سُمیر
ہمن درمیاں جائے چھوٹ رات پھر
کہ شہ دان پرساد بچھرے تلیں
سدا کان دن ہو رہیں ہم مِلیں
کنک[2] دان کرشمہ سمندر بھرے
تِرَب[3] ہاتھ مچھلی رتن جیوں پھرے
عجب ایک مچھلی سو پنچ[4] مکھ پسار
سدا کال[5] اگلے رتن سوے دھار
نہ ایسا دیکھیا کُو سنیا دانی کان[6]
٢٥/ جو شہ جوڑ سوں لائے اُپما[7] میں آن[8]
صفت شاہ لِے رہ جیوں دریا سو بھر
ہوا جگت تعریف جیوں جانور[9]
اگر جانور رہ ہو پیاسا مدام
نہ پی کر سکے چونچ دریا تمام
نہ چینٹی سکے اُڑ سو دریا پَلھار[10]
اگر پانکھ[11] ہووے جو لاکھوں ہزار
یوں « عبدل » صفت شاہ دریا بھریا
٢٦/ا سرھاون[12] کِتا[13] کُو زباں ایک کریا

١- ذرا ٢- سونا ٣- ناچ کا ایک بھاؤ ٤- پانچ ٥- سدا کال: ہمیشہ ٦- کہاں ٧- تشبیہ، مثال ٨- انیہ = دوسرا ٩- پنچھی، پرندہ ١٠- اس پار ١١- پنکھ ١٢- تعریف کرنا، سراھنا ١٣- کتنا۔

در تعریف شهر بیجاپور گوید

سنوں اب صفت شه رَهن تخت ٹھاؤں[1]

بِدَیا پُورَنگر ھے بھی اس کا جوناؤں

که دَھن[2] اس زمیں ٹھاؤں ھے بخت بھر

بسیا سیس[3] جس کے بِدیا پورنگر

و لیکن جِتا کچھ زمیں کا مڈان[4]

سو اس شہر کا چوك ایك درمیان

که یا اُس شہر کا چھَجا ایك جان

دِسے روپ سَت کَہن[5] گگن ھو نشان ٢٦/ب

سرج تاس[6] زرین ٹانکیا سُہائے

کرن ڈور لا باندھ دِستا نُمائے

---

١) ـ رھن تخت ٹھاؤں : دارالسلطنت ٢ ـ دھنیه : مبارك ٣ ـ سر
٤ ـ منڈان : گھیر ، وسعت ٥ ـ ست کہن : سات منزل والا =
ھفت افلاك ' ھفت کہن ' یا ' سپت کہن ' ابراھیم کی تعمیر کردہ
ایك عمارت کا نام بھی ھے جو بیجاپور کے قلعه میں گگن محل سے
تھوڑے فاصلے پر تعمیر کی گئی تھی : ع
« بلند محل سپت کہن ، سپت دین کی مورت سوہان »
(کتاب نورس ، گیت نمبر ٤١) ٦ ـ ورق ـ

کنڈالا[1] کَہلا[2] جیوں رکھیا نیر بھر
کبھڑے چاند پورن سو روپے[3] کے گھر
ستارے گَنَت رہ سو منکیوں[4] کے ہار
رَکھیا مونگلے[5] لائے کہکش سو ٹھار
کہ یا اُس شہر دور[6] خندق نشان
رَہیا بُلبلا نیر ہو آسمان

۱ - مٹی کا کونڈا یا لگن ۲ - ہالا ۳ - چاندی ٤ - مانك : رتن ، جوہر، گوہر، منی ٥ - مونگا، مرجان ٦ - گرد، چاروں طرف -

در تعریف عرابه و میان حصار[1] و محل

عجب شہر دستا آرابا[2] نگار ۲۷/الف
زمیں باھیا[3] گل[4] پدك كر سنگار

آرابا مدور کنگورے ملا
مگر وُ جڑیا موتیوں دورلا[5]

وسیس برج بیچ بیچ عجب یوں نمائے
جڑے پاچ الماس کے خُرش[6] لائے

وھیں شہر درمیاں کا کوٹ[7] جان
دِسے دوسرا دَور[8] موتیوں مِیان

۲۳۰ ھوا مَدھُسونایك[9] محل شاہ کا ۲۷/ب
کنڈل[10] تارے ھو رکھ سو گھر ماہ کا

---

۱ - دونوں نسخوں میں اس کا املا « حسار » لکھا گیا ھے
۲ - فصیل کے وہ چبوترے جہاں توپیں نصب کی جاتی تھیں - ارابا، عرابہ یا عراوہ کے لغوی معنی گاڑی اور پھر توپ کی گاڑی کے ھوتے ھیں (تفصیل کے لئے دیکھئے مقدمہ) ۳ - باھنا : ڈالنا ٤ - گلا ٥ - دورلا = دوڑلا = منقلب شکل « دولڑا » کی ٦ - بڑا موتی یا رتن ۷ - قلعہ ۸ - گھیر، احاطہ، اشارہ قلعہ بیجاپور کی فصیل کی جانب ھے جو فصیل شہر کے اندر دوھری فصیل ھے ۹ - بیچ کا خوب صورت رتن یا منی ۱۰ - گول شکل کا -

دِسے شہر میں کوٹ بیچ شاہ گھر
محل چاند دولت کَہلا[1] کوٹ کر
اُسی محل پر شاہ عادل سُہائے
عجب چاند پر سُور بیٹھیا ہے آئے
دِسے کوٹ بھیتر آرابا مِلا
کہ یا چاند پر سُور دوسرا کِھلا
کہ یا آئے دولت کھڑی کر لباس
جَڑت کوٹ کا پینہہ[2] گل میں سُہاس[3] ۲۸/الف
۲۳۵ اُسی ھانس کی چھانہہ دوسرا بھی جاں
آرابا ھوا چو گِرد پڑ نشان
آرابا نہ و ھتھ[4] زمیں گھیر راکھ
مبادا کو اِس شہر لاوے نہ چاکھ[5]
٭ بسے شہر درمیان سب بھیس کا
رہے لوگ سُکھ سوں چھپن دیس کا
۲۸/ب دِسے شہر ھر جنس معمور مانہہ[6]
مگر بہشت[7] کا عکس پڑیا ہے چھانہہ

* ۔ الف میں یہ مصرع دوبار درج ہے ۔
۱ ۔ ھالا ۲ ۔ پہن ۳ ۔ س + ھاس : خوب صورت ھنسلی، گلے کا زیور ٤ ۔ ھاتھ ٥ ۔ چاکھ لانا = چکش لانا = نظر ڈالنا ، نظر بد سے دیکھنا ٦ ۔ بیچ میں ، اندر ۷ ۔ بہشت ۔

ھَوا بخش[1] ھر ٹھاوں ماڈھیوں[2] اُوپر

نہ باقی شہر یوں سو شاہوں کے گھر

۲٤- بھریا درمیاں شہر سب ٹھار ٹھار

کھڑے ھیں جیوں دنیا سو سج کر نگار[3]

گلے باہ[4] کنٹھال بازار ھار

پدك جوڑ مسجد[5] سو درمیان ٹھار

پڑے بھوت بازار ھر ایك دَھر[6]

جھبو تیاں[7] موتیاں کیا[8]، لڑاں رہ جیوں بھر ۲۹/الف

---

۱ - ھوا بخش : ھوا کھانے کے لئے کھلی چھتیں - یہ بیجاپور کے فن تعمیر کی خصوصیت ھے ۲ - ماڈھی : محل ۳ - حسین ٤ - باھنا : ڈالنا ٥ - بیجاپور کی جامع مسجد کی طرف اشارہ ھے جس کی تعمیر کا آغاز سنہ ۱٥۳۷ ء میں علی عادل شاہ اول نے کیا تھا اور مختلف سلاطین عادل شاھی کے اضافوں کے باوجود جس کے مینار اب تك نا مکمل ھیں- یہ دکن کی سب سے بڑی مسجد ھے (بمبئی گزیٹیر صفحات ۲۷ - ٦۲٦) صاحب واقعات مملکت بیجاپور لکھتے ھیں «بیجاپور میں متعدد گنبد ھیں مگر جیسا خوب صورت اور باقاعدہ گنبد اس کا ھے کسی کا نہیں» (ص ۲٥) ٦ - سمت طرف ۷ - طرہ ، سہرا ۸ - کیاں (غیر انفی تلفظ) = کا (جمع دکنی قواعد کے مطابق) -

رکھیا سِیس پھول کر مَحل رَاجنا[1]
جو کہ تاس[2] ھُلمُك[3] بجن باجنا[4]
و اسے بجن بولے سو یو تاس تاس[5]
کرو رَاجناں[6] راج ھر تاس[7] ماس[8]
زماناں[9] عجب یو جنا پونگڑا[10]
بدیا پورنگر روپ ھو کر کھڑا
دسے تاس ھُلمك سوں مل روپ یوں
گلے باندہ (لے)[11] اَشرفی شہر جیوں
کہ مَت دیو[12] نِس دن گگن تھیں دو آئے ٢٩
بدیا پورنگر دیکھ کر دِشٹ لائے[13]
سُرج چاند آنکھیوں نہ دیکھے پسار
گلے اشرفی تاس ھو نظر آڑ
گگن ھاتھ نِس دن پکڑ تھال تاس
بجارے ڈھنڈورا ھر ایك تاس تاس

---

١ - راجه ٢ - تاس : تاشه (ع : طاسه) ایك باجا جو بڑے طبق پر کهال منڈھ کر بنایا جاتا ھے ۔ گهنٹه ٣ - محل کے سامنے کا برج ؟ ٤ - بجن باجنا : گهنٹے کی آواز اور اس کا بجنا ٥ - ھر گهنٹه پر ٦ - راجنا = راجه ٧ - گهنٹه ٨ - مهینه ٩ - زمانه (انفی) ١٠ - لڑکا ١١ - اضافه مرتب ١٢ - دیوتا ١٣ - دشٹ لانا : نظر بد ڈالنا ۔

جکو مُلک عالَم میں دُکھیا پھرائے
بدیاپور نگر میں رہو سکھ سوں آئے
نہ اِس شہر میں نین آنجھو جھڑیں
سو بن میگھ دھاراں نہ ہورکچھ[1] پڑیں ٣٠/الف
نہ اس شہر میں کوئی دردوں[2] ہُنکار[3]
سو بن پائے[4] شہنائی نا کونی پکار
نہ پڑتا شہر میں کسُو باندھیا نظر
سو بن موتیوں ہور پھولو[5] کی لڑ
نہ اِس شہر میں کوئی رگڑے کِسے
سو بن زعفراں مُشک نا کچھ دِسے
نہ اِس شہر میں کوئی مارے کِسے
سو بن گھاؤ منڈل[6] نہ دوسرا دِسے
تَبَد تاس ہر تاس[7] کہہ یوں[8] بجائے ٣٠/ب
بَسوُیوں[9] شہر تھیر[10] جوکہ[11] خدا ئے

---

١ - یہاں دونوں نسخوں میں «جکو» ہے جو وزن اور معنی دونوں اعتبار سے غلط ہے ٢- درد سے ٣- ھنکارنا : کراھنا، چیخنا ٤ - بائے = بانوا (مرھٹی) = بانسری (ویویت پتی کوش) ٥ - پھولوں (غیر انفی) ٦- نقارے کی قسم کا ایک باجا ٧- گھنٹہ ٨ - اصل املا «کھیوں» ٩ - یو : یہ ١٠ - قایم ١١ - اصل املا «جوک» -

دِسے چو طرف مِل یوں بازار ہار[1]
بِدھیا[2] پنھیا[3] جیوں ھَملاں[4] سنگار
ہر ایک جنس، ہر روپ رنگیں دوکان
کہ جیوں نورِ تن جُوت مَن درمیان
بَسے لوگ تُجّار ہر طَرف بھر
چھپن دیس کے بھا گونت رتن جڑ[5]
بیٹھے جُوھَری ڈِھگ[6] لے رتنوں دوکان
نہ باقی شہر ڈھگ غلے کا، یوں جان ۳۱/الف
وھی رَسْت[7] دستی ھے خوشبو دوکان
مَھک باس باوَن[8] شہر درمیان
کُو[9] یاقوت طبلیاں، کوئی پاچ دَھر
کوئی فیروز[10] لیلَم[11]، ھرایک جنس بَھر

---

۱ - قطار (مرھٹی، ھاری) ۲ - بدیاپور نگر (ھکاری مخفف)
۳ - پھنا ٤ - حمائل: گلے کا زیور ٥ - جواھر ٦ - ڈھیگ: ڈھیر ۷ - فارسی میں رست کے معنی قطار اور بر آمدہ کے ھیں اور رستا، بازار کے معنوں میں مستعمل ھے ۸ - چوسٹھ کی طرح باون بھی دکنی اردو میں لاتعداد کے لئے استعمال ھوتا ھے ۹ - کوئی ۱۰ - فیروزہ ۱۱ نیلم (اردو کے بعض الفاظ میں «ن» «ل» میں تبدیل پذیر ھے)۔

اُونھا[1] تھے اڑیا رَج[2] بکُے[3] کا نشان
بھریا گگن طبلے[4] میں ھو دیس جان
دِسے سانجھ گزری[5] شہر روپ یوں
کیا نگر سنگار بھر سانجھ جیوں
۲۶۵ لگے رست[6] چارو[7] یوں دیوے اُوجیال ۳۱/ب
بدیا پور نگر پیسنہ[8] گُل رتن مال
دیوے جوت بیچ[9] مونکھ[10] جلیں ھارھار[11]
ھر ایک رست[12]، بازار، ھر ٹھار ٹھار
ھر ایک دیپ مکھ پر دھواں یوں بھرے
پیا شہر اندکار بھر مکھ جھڑے
یہیں رست بازار چارو سنگار
پھریں ھر جِنس لوگ ھر ایک ٹھار

---

۱ - وھاں (برج) ۲ - درّہ ۳ - بکا: ابرک یا موتیوں کا چورا، ...فوف ۴ - صندوقچی ۵ - بازار جو شام کو رہ گزر پر لگتا ھے جسے گدڑی بھی کہتے ھیں ۶ - قطار، بازار ۷ - چاروں ۸ - پہن ۹ - بیچ ۱۰ - مکھ: منہہ، چہرہ (انفی تلفظ) ۱۱ - ھار: (مرھٹی، ھاری) = قطار - ھار ھار: قطار در قطار ۱۲ - قطار، بازار -

چند اشعار سپرد قلم کیے هیں ۔ اهل بیجاپور کی بندہ نواز سے عقیدت قدیم زمانے سے چلی آئی هے ۔ حضرت کے معجزات کا ذکر کرتے وقت عبدل نے احمد (احمد شاہ، سلطان بہمنی) کو گدا سے شاہ بنا دینے کا ذکر بھی کیا هے ۔

عبدل هر چند جگت گرو کے سامنے اپنی از حد نیازمندی کا ذکر کرتا هے لیکن وہ علوم متداولہ اور بالخصوص فن شعر اور موسیقی کے بارے میں کامل معلومات رکھتا هے ۔ ابراهیم نامہ کے آخری حصے میں جهاں وہ گویوں، پاتروں اور رقاصاؤں کا ذکر کرتا هے تو وہ ایك ماهرانہ انداز میں موسیقی کی اصطلاحات تال 'سر' «تنت وتنت» «جامونی» «باویس سرتیاں» «چھ راگ اور چهتیس راگنیاں» «درت» «لگھ گرو هورپلت» «سات گتاں» کا بلا تکلف استعمال کرتا چلا جاتا هے ۔ وہ گھوڑوں کی قسموں اور ان کی خصلتوں سے بھی بخوبی واقف هے ۔ جب ان کی اقسام گنانے پر آتا هے تو «بور» «کمیت» «گرزے» «کرنك» «نقرے» «زردے» «هانسلی» «ابلق» «متکسی» «دینارے» «کبوت» «مشکی» «یغز» «لاسائی» «عارب نشان» «عراق» «بدخشانی» «پکھی» بیسیوں اقسام گنا جاتا هے ۔

عبدل کو بدیاپورنگر (بیجاپور) کی عظمت اور شان دلآویزی کا پورا پورا احساس هے ۔ اسے یہ بھی

در صفت پائے کوباں کہ در بازار خود را آراستہ ھر یك وضع

می نمایند ۳۲/الف

اُنھہ[1] رَسْت بِچِھی[2] بدیاونت[3] لوگ

کلاونت[4]، کلاجان[5]، سَروَنگ بھوگ[6]

۲۷۰ کہیں گیت جو نادسوں کھنڈ[7] اُوگھاۓ[8]

نہ سن کرسکے کوئی تِھنَہ[9] تاب لیاۓ

اگر ھاتھ دَھر کچھ جو باجے بجاؤ

اَبَد[10] کان تو سَرگ[11] کے لوگ آؤ

اگر آۓ ناچیں نہ اُنھہ سار کوۓ

سَبا[12] اندر رہ پاتراں[13] بَدّھ کھوۓ

---

۱ - ان (جمع) ۲ - بچھی = بیچی = بیچ (ھکاری) ۳ - اھل علم ٤ - اھل فن ٥ - فن کے واقف کار ٦ - ھر قسم کی لذت سے آشنا ۷ - طبق (طبقات عالم) ۸ - اگھانا: چھکا دینا، سیر کر دینا ۹ - تن: اُن ۱۰ - ابدانا: فریفتہ کرنا ۱۱ - سورگ: بہشت ۱۲ - سبھا ۱۳ - رقاصہ -

بِدیا[1] میں تو ایسیاں[2] سَپورن[3] اوتار[4]
کلا روپ میں روپ الگیا[5] سنگار

کوئی باندھ ٹَکِّی[6] مِرگ لوچنیاں[7]
نظر مار جگ جیو کوں کھونچنیاں[8]

کوئی پینہ[9] پٹولی[10] صندل اونٹ کر[11]
کوئی کھا اُجل بیڑے[12] مکھ گھونٹ[13] کر

کوئی بچن ھستی[14] چھلک دانت یوں
کنول کلی میں جھمک[15] (رھے[16]) بِج[17] جیوں

کوئی قدّ ڈولتی چلے ڈول یوں
حُسن باغ میں تو ڈولے سرو جیوں ۳۳/الف

کوئی ٹک چلیں، کَنُو[18] کھڑیاں انگ کس
جیوں ٹَھمکا[19] چلے بھی لٹک راج ھنس

---

۱ ۔ اشارہ « سنگیت ودیا » کی جانب ھے ۲ ۔ ایسی (جمع) ۳ ۔ مکمل، پوری ٤ ۔ نادر، حسین ٥ ۔ الگیا : الگ، مخصوص۔ دونوں نسخوں میں اس لفظ کا املا « اللیگا » ھے جو مزید مثال ھے، دونوں نسخوں کے مشترک ماخذ کی ٦ ۔ ٹکٹکی ۷ ۔ چشم غزال رکھنے والیاں ۸ ۔ کھونچنا : کھرونچنا، چبھنا، خراش ڈالنا ۹ ۔ پہن ۱۰ ۔ ایک قسم کا ریشمی کپڑا، ایک قسم کی گجراتی ساڑھی ۱۱ ۔ ابٹن بنا کر ۱۲ ۔ چاندی کے ورق میں لپٹے ھوئے بیڑے ۱۳ ۔ دبانا، نگلنا، ڈھکوسنا ۱٤ ۔ ھنستی ۱٥ ۔ چمک ۱٦ ۔ اضافہ مرتب ۱۷ ۔ بجلی ۱۸ ۔ کوئی ۱۹ ۔ ٹھمک کر ۔

کوئی رتن کسوت کھڑیاں کر سنگار
کوئی باندھ موتی چھوتے گل[1] نگار

کہیاں[2] یوں تو کسوت بھی خوشبوئی لائے
کھڑیاں اونٹ[3] لے تن ہر ایک جنس آئے

چھجے کھنڈ پر کھنڈ[4] ، کھن[5] سات سات
ہر ایک کھنڈ میں صدر[6] ۔ ہر ایک دھات

کہ یا بہشت گھر ہیں و حوراں نشان ۳۳/ب
ولے حور تہیں انہہ ادھک روپ جان

نہ کوئی حور دیکھی ، سنی ہے تو[7] کاں[8]
کہ وُرہ گگن پر ، سو یوں اِس جہاں

جو ٹک نظر دیکھا سو عاشق ہوا
رہیا جیوتے جیو اپنا گوا[9]

کِتیک[10] جوگی جنگم[11] ، جتی[12] سِدھ[13] اپار
رہے کھو عشق جی سو انہہ کے دوار[14]

---

۱ ۔ گلا ۲ ۔ یا (انفی) ۳ ۔ اٹھ (انفی) ٤ ۔ منزل بہ منزل
٥ ۔ طبق ٦ ۔ بیٹھک ۷ ۔ س میں «تو» کی بجائے «نہ» ہے ۸ ۔ کہاں
۹ ۔ گنوا ۱۰ ۔ کتنے ہی ۱۱ ۔ سیلانی جوگی ۱۲ ۔ جتنے
۱۳ ۔ پہونچے ہوئے، مقدس ۱٤ ۔ در، دروازہ ۔

هر ایک ملک کے پادشه نامـــدار
بھکھاری ہوئے کھا سولا کھوں هزار[1] ۳٤/الف
یہیں[2] هور بهوتیکے[3] عاشق سجان[4]
پڑے کھائے دردیں سو اُنهه نِیهه بان[5]
اَرَتھ بهید سَنگت[6] میں سب جان[7] هے
کلا کوک[8] بهیدک[9] سو سب گیان هے
اسی جنس سب روپ بِدیا بهریاں[10]
بِدیا پورنگر میں بدیا رنگ کهڑیاں
۲۹۰ یوں بازار چارو طرف شهر ٹهار
بدیا باغ میں هو چمن طرف جار[11]
کلاونت ، کلا روپ کسوت سویوں ۳٤/ب
سُوا[12] بار بِدّیا کهڑے جهاڑ جیوں
یوں معمور بستا شهر ٹهار ٹهار
هرایک دهات ،هر روپ،هر ایک بازار[13]

---

۱ - « کھا » کا اشارہ ، جیسا کہ اگلے شعر سے ظاهر هے، تیر محبت کی جانب هے ۲ - یوں هی (یه لفظ هر جگه مفتوح آیا هے) ۳ - بہتر ے ٤- واقف ، عقلمند ٥ - محبت کا تیر ٦ - سنگیت کے معنی اور اقسام ۷- واقفیت هونا ۸ - کوک شاستر ۹ - راز یا فرق جاننے والا ۱۰ - فنکار ، پرفن ۱۱ - جهاڑ : درخت ۱۲ - سوا = سوها = حسین ، خوب صورت (پلیٹس) ۱۳ - بزار تلفظ کیجئے -

نکل شاہ کِسوت سوں کر زرنگار
دِسے اس شہر میں سو ہو یوں نگار

سَمند شہر دولت سُرج شاہ پھر
دِسے چھانَہہ کرناں سوں ہر ایک دِھر[1]

اسی کِرُن ہر ایک کنول دل کِھلیں
خلق جَرم دکھ گیان (کوں)[2] جابھولیں ۳۵/الف

---

۱ ۔ سمت، طرف ۲ ۔ اضافہ مرتب ۔

در تعریف دربار حضرت شاه عالم پناه

سنوں[1] شاہ دربار کا اب سنگار
بجنتر[2] بجے ہر جنس ٹھار ٹھار
دسے روپ دھلیز اینچا نمانے
کھڑے دو گگن جیوں آپس سر ملانے
ولیکن گگن دیکھ مشتاق ہو
بٹھے دو طرف لاج کر طاق ہو
لگے زیب سونے، روپے کے کواڑ
کہ جیوں رات دن مل کھڑے ہے دوار ۳۶/الف
۳۰ کھڑے ہیں اگت[3] کر سو پردار[4] بار
بتاں[5] ہاتھ رتنوں کندن کیا سنوار
کھڑے بہوت اسپت[6] گجپت[7] راؤ
کہ نرپت[8] کہتیں، نہ کچھ گنت[9] آؤ[10]
کھڑے مست جھولے تو ہستی[11] اپار[12]
گگن شاہ دھلیز تل جیوں پہار

- اشعار نمبر ۲۹۷ اور ۲۹۸ نسخۂ س میں نہیں ہیں۔
- سنو (انفی) ۲- باجا، نوبت ۳- سواگت، استقبال
- پہرہ دار، دربان ۵- ڈنڈا، عصا ۶- گھوڑے کا مالک، سوار
- ہاتھی کا مالک، ہاتھی سوار ۸- انسانوں کا مالک، بادشاہ
- گنتی، شمار ۱۰- آوے = آتا ہے ۱۱- ہاتھی ۱۲- بےحد،
تعداد۔

کہیں تو کپولوں[1] چویں مد بھرے
کہ جیوں ڈونگھروں[2] تھے چلے[3] بھوت جھرے
ولیکن بدیاپور شہر سمند بھر ۳۶/ب
گگن شاہ دہلیز تل موج کر
پھرے مست ماتے، سو جانو جہاز
معلّم مہاوت چلاویں لے ساز[4]
کھڑیا موج رستاں ہیں اونٹوں[5] قطار
بجنتر بجے ناد[6] موجاں پکار
نہ رہ تہیر[7] اچپل[8] ہو تیزی[9] بھریں
کہ جیوں میں[10] اچپل نہ ایک تھان[11] ٹھریں
کھڑے بھوت تلوے لے اوڑن[12] نماے
جھمک ہاتھ سانی[13] دومل یوں سہائے ۳۷/الف
کہ جیوں آئے کچھوے کنارے کھڑے
ترب[14] کھائے مچھلیاں انھہ پر پھرے
لنگے[15] کاری نیزے پکڑ تھرھریں[16]
دریا لجّہ[17] میں جیوں سرپ[18] آپھریں
بھریا روپ تو شاہ دربار یوں
سنوں محل نورس صفت ماہ جیوں

۱- کنپٹی ۲- پہاڑ ۳- س ندارد ٤- عتیار (آنکس) ٥- اونٹ (غیر انفی) ٦- آواز ۷- ساکت، قایم ۸- بے قرار، چنچل ۹- گھوڑے ۱۰- مچھلی ۱۱- جگہ ۱۲- جست لگانا ۱۳- سان: مشابہت ۱٤- ترب کھانا: ناچنا ۱٥- لگے ۱٦- تھرھرنا: تھرتھرانا، کانپنا ۱۷- بھنور ۱۸- سانپ-

در تعریف نورس محل حضرت شاہ[1]

سنوں[2] اِب[3] صِفت شاہ محل رَهن ٹھاؤں
دھریا ناؤں نَورَس محل تس جوناؤں ۳۷/ب
ولے محل نورس دھریا ناؤں یوں
بھریا رنگ نَورس نِت اوٹھ روپ جیوں
اُسی محل پر شاہ عالم نُمائے
کہ جیوں چاند پر سُور[4] بِہیا[5] ھے آئے
ولے محل نورس ھوا یوں اٹھان
دِسے گگن آگن[6] ھو اُس کا نشان
گگن سات سیڑھی ھو مل جوڑ کر
نہ لگے محل نورس کے ایک کَھن[7] اوپر
۳۸/الف ولے گگن آکر چھپے تس مَنجار[8]
رھے طاق بندھیا ھو ھر ٹھار ٹھار
جَڑت نورتن مل کُندن زر نگار
سورج چاند مِل کر جڑے نو سِتار[9]

---

۱ - نورس پور کا ایک حسین محل جس کے آثار اب تک قایم ھیں - یہ سنگیت محل کے نام سے بھی مشہور ھے اور بیجاپور کے فن تعمیر کا ایک اعلی نمونہ تصور کیا جاتا ھے (بمبئی گزیٹیر، ص ٦٢٦)
۲ - سنو (انفی) ۳ - اب کا یہ تلفظ ھریانی اور کھڑی بولی کے علاقے میں اب تک رائج ھے ٤ - سورج ٥ - بیٹھا ٦ - آنگن
۷ - منزل ۸ - درمیان ۹ - نوستارے = نوگرہ -

گگن آرسا[1] کر نورس مَحل دَھــر
اپس روپ اُس میں سو دیکھے نظر
سُو جَہاں سُور ھو مُکھ کلس درمیان
بَھرے ذات[2] کی چھانہہ ھو دِیس جان
زمین سِیس[3] پر تھال لے کوٹ دھر
کنگورے بَرَن[4] آن موتی سو بھر ۳۸/ب
رکھیا جَمک[5] درمیاں نورس محل جان
اُجالا پڑیا دِیس ھو جوت مان[6]
جَلیا رات کاجل ھو جَن کیا بِکھار
دِسیں چو طرف بَھر خلق کُوں ستار
و لیکن گگن دیکھ رشکوں جَلیا
اَپس کو جُوے[7] کے پھٹے تن کریا
صبح آگ دم کر سُرج جھال[8] لال
لگا کاٹھی[9] کہکش دھوواں[10] رات جال[11]
انگارا پڑیا چاند بجھ راکھ لگ ۳۹/الف
دِسے روپ اُجلا ھو سیاھی سوں جگ

۱ - آرسی : آئینہ ۲ - خود ، جوہر ۳ - سر ۴ - پشتہ ، دمدمہ (پلیٹس) ۵ - جھمک ۶ - روشن ، منور ۷ - جھینا : باریک (کپڑا) ۸ - جلنا ، تمتمانا ، چمکنا ۹ - کاٹھ : لکڑی ، ایندھن ۱۰ - دھنواں (غیرانفی) ۱۱ - جلانا ۔

کَنکر جل ہو چوئے کلیاں[1] ٹھار ٹھار
بکھر کر پڑے ہوسو دِستے سِتار
گَگن آپ تن یوں کیا ساج کوں[2]
عمارت سو نورس محل کاج کوں
کہ یا رات دن کے دو مزدور دھر
نورس محـل کا کانم[3] بنیاد کر
۳۳۰ لیا گگن کا ٹوکرا دیس سر
سُرج اینٹ مانک سو دھر چرخ بھر ۳۹/ب
نِت اٹھ دو ہوئے سو (وو) دریا منجھار
چُھوے نیر پر گٹ ہو کرنا[4] کی دھار
یہیں رات بھی سیس آپن دھرے
گِلاوا[5] موتیوں چاند چونا کرے
گِلا[6] ٹوکرا بھر جو سٹ لیائے کر
پڑیاں اُچھل چھٹیا[7] ہو تارے بِکھر
لگے نورتن محـل نورس جڑاؤ
نہ چونا، کنکر بادشہ کُو یوں لاؤ

۱ - ترچونا ، گیلا چونا ۲ - سازوسامان ، سجاوٹ ۳ - کام (انفی)
۴ - کرناں : کرنیں ۵ - گلاوہ (گل + آبہ) : گارا ۶ - گلا : گارا ۷ - چھٹیاں : چھینٹیں!-

معلوم ہے کہ یہ « بدہ ونتوں » « کلا ونتوں » اور فنکاروں کا قبلہ گاہ ہے ۔ اس نے جگت گرو کی فن پروری اور اس کی استادی کا بھی دم بھرا ہے . تاہم وجہی یا نصرتی کی طرح اس نے سر زمین دکن سے اپنی والہانہ عقیدت کا اظہار کہیں نہیں کیا ہے ۔ اس فقدان حب الوطنی سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ عبدل کی بیجاپور میں حیثیت نوارد کی سی تھی ۔ ظہوری اور ملک قمی کی طرح اس کی منظور نظر بھی شاہ دکن کی ذات گرامی تھی نہ کہ سر زمین دکن!

تصنیف کی شان نزول :

« سب رس » کی طرح « ابراهیم نامہ » کی شان نزول کا تذکرہ خود تصنیف کے اندر مصنف نے پیش کیا ہے ۔ دربار قطب شاہی ہو کہ عادل شاہی . ادیبوں اور شاعروں کے لئے تعمیل حکم شاہی کا اندازہ یکساں رہا ہے ۔ وجہی نے سب رس میں عبد اللہ قطب شاہ ، حقیقت آگاہ کے حکم کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :

« صباح کے وقت بیٹھے تخت ، یکایک غیب نے کچھ رمز پا کر ، دل میں اپنے کچھ لیا کر ، وجہی نادر من کوں ، دریا دل گوہر سخن کوں ، حضور بلان دیے ، بہوت مان دیے ، ہور فرمائے کہ انسان کے وجود بیچ میں کچھ عشق کا بیان کرنا ، اپنا ناؤں عیاں کرنا ، کچھ نشان دھرنا . . . »

ابراهیم نامہ کی شان نزول جو عبدل نے بیان کی ہے. کچھ اسی انداز کی ہے :

۴۰/الف
۳۳۵ سُنیا تھا میں جگ میں پَرَس[1] نامدار
پَتھر روپ لگ لوھے کر زرنگار
والے شاہ عالم پڑے ایک نظر
پَتھر اینٹ کو کر سُرنگ[2] لعل و زر
سو وُ رتن ڈھگ زر دسیا آشکار
محل روپ نورس لگیا گگن ٹھار
نورس محل تختے[3] عجب خوش نمائے
فرشتے رھے دیکھ کر بھول آئے
کھویں دیکھ کر ایک ایکس سوں بات
۴۰/ب
ازل راس کر[4] بِہشت اس دیکھ دھات
۳۴۰ جتا راس عالم خدا سب کر یا
نہ اس محل کی جوڑ نظروں پڑیا
دِسے محل درمیان اَپروپ[5] سنگار
ھر ایک کھانب[6] ھر جنس جڑتی[7] نگار
فَرَش باندھ رتنو[8] کُندن چوترے[9]
ھر ایک نگ اَمولک سو لیا کر جڑے
لکھے نقش تصویر صورت نُمائے
ھر ایک خط، ھر جنس زیبا سُہائے

---

۱ - پارس ۲ - خوب صورت ۳ - قطعہ باغ ، کیاری - اصل املا دونوں نسخوں میں « تخطی » ھے ٤ - راس کرنا : ٹھیک کرنا ، درست کرنا ٥ - بہت حسین ٦ - کھمبا ، ستون ۷ - جواھرات سے جڑا ھوا ۸ - رتنوں ۹ - چبوترے (برج) -

منقش ازل دیکھ رَہ بھول کر ٤١/الف

سِکھے خطّ تعلیم لا کر نظر

٣٤٥ لِکھّیا لوح محفوظ عالم شمار

سو اس محل کا ایك تختہ[1] کِنار

جو کچھ روپ عالم لکّھیا نقش جار

سو اِس محل تھے[2] دیکھ کر سب نشان

١- کیاری، قطعہ باغ - اصل املا دونوں نسخوں میں « تخطا »

٢- سے -

در تعریف مجلس حضرت[1] شاہ عالم پناہ

بچھیا صدر سب محل (کوں[2]) یوں سنوار
نوا پینـــہ دُنیا جیو[3] چولا سنگار
تواسیاں[4] بچھائے جڑت لعل زر ٤١/ب
مصنف[5] امولک کیتی موتیوں جـڑ
دِسے شاہ کا تخت درمیـان یوں
سو مکھ کھول ہستی[6] دنیا جُوان[7] جیوں
کریں جوت ہیرے رتن پائے چار
دسیں دانت جوکہ[8] جھلک ھو نگار
ھر ایك رتن باقی دسیں مل جڑاؤ
کہ جیوں آئے کر خوئے بوند مکھ سہاؤ[9]
دِھرے دوطرف زیب گردے[10] نمائے
ھر ایك جنس کے نقش زر، رتن لائے ٤٢/الف

---

١ - س میں حضرت کا لفظ نہیں ھے ٢ - اضافہ مرتب ٣ - جیوں
٤ - غالیچے ٥ - بنانے والا ٦ - ھنستی (غیر انفی) ٧ - قدیم اردو میں اس لفظ کا تلفظ زبر کی بجائے پیش ھی سے کیا جاتا تھا۔ آج بھی یہ تلفظ یو - پی کی پرانی پیڑھی کے لوگوں کے یہاں ملتا ھے
٨ - اصل املا « جو کے » ٩ - دونوں نسخوں میں « سہائے » تحریر ھے - لیکن « جڑاو » کے ساتھ قافیہ « سہاو » یعنی اچھا لگنا، بھبنا، ھونا چاھئے - دونوں نسخوں کے مشترك ماخذ کی ایك اور مثال ١٠ - گول تکیے -

دنیا جُوان، چولی سو پنہنے سُوار
دِسے دو طرف گِرد جُوبن نگار
دھری تھال جڑتی بتیاں موم جال[1]
دسے زیب دہ مِل سو پر کٹ اُجال
۳۵۵ کہ یا ھے وُ سونے کے ہر ایك تلاؤ[2]
کنول کیا[3] کلیاں ھو، بتیا[4] موم بھاؤ[5]
دسے سیاہ پرزے[6] بُجھے بچ[7] نمائے
جیوں ھر ایك کلی پر رھے بَھنور[8] آئے
رکھے جھاڑ جڑتی ھر ایك ٹھار ٹھار ٤٢/ب
سَکیاں[9] جیوں دنیا کیاں کھڑیاں کر نگار
اُڑیں پَوَن لگ کر ھر ایك جھاڑ ڈال[10]
سکھیاں ھاتھ جڑتی اڑاویں رومال
دسے شاہ ھُور تخت مل یوں نمائے
دنیاں[11] سِیس پر رکھ جَڑت پھول[12] آئے

۱- جلاکر ۲- تالاب ۳- کیاں (کا کی جمع دکنی) ٤-بتیاں ۵- کیفیت، ڈھنگ، طور ٦- ٹکڑے (یہاں کاغذ کے پرزے معنی نہیں ھیں) ۷- بیچ ۸- بھنورا ۹- سکھیاں ۱۰-دونوں نسخوں میں «ڈال جھاڑ» ھے جو از روئے قافیہ غلط ھے - یہ مصرع خارج ازوزن ھے «لگ کر» ھونا چاھئے ۱۱-دنیا (انھی) ۱۲- جڑاو پھول (سر کا زیور)-

کُندن شاہ کا رنگ ہو ذات[1] بھر
ھر ایك ٹھاؤں پر رتن مِل جوت دَھر
لگے پاچ[2] شہ خطّ زیبا سُہائے
جِگیں[3] لال رخسارے مانك دوآئے ٤٣/الف
سُہیں[4] آنکھ دیدے سفیدی[5] ملائے
جڑے جوت موتی میں لیلم[6] نمائے
دسے ناك وَیدُور[7] سوتر[8] درمیان
رھے مکھ اُپر خوئے ھیریوں کی کہان
گُولی روپ شہ بُوٹ[9] دیسے ھیں ساج
جھلك نکھ[10] اپر ھو سو مل پوکراج[11]

١- جسم، وجود ٢- زمرد، ابراھیم کی عمر ابراھیم نامہ کی تصنیف کے وقت تقریباً ٣٩ سال کی ھو گی اس لیے موے سیاہ کی کثرت ھو گی ٣- جگنا: چمکنا، جگمگانا ٤- پھبنا ٥- اصل املا « صفیدی » دونوں نسخوں میں ٦- نیلم ٧- ویدوریہ (س): ایك قسم کا دھویں کے رنگ کا قیمتی پتھر جسے « لہسو نیا » بھی کہتے ھیں - کہا جاتا ھے کہ یہ رتن « ودور پربت » پر ملتا ھے اسی سے اس کا یہ نام پڑا ھے - جس ویدور پر تین لکیریں ھوتی ھیں وہ سب سے اعلی سمجھا جاتا ھے - (شبد ساگر) ٨- ڈورا ٩- انگلی ١٠- ناخون ١١- پکھراج -

کہیں لال مہندی نکھو[1] پر دھرے
دسے جیوں سو گومید[2] مانِك جڑے
ولیکن ہر ایك رتن یوں جوت جان ٤٣/ب
چَھپیاں[3] سَہَس[4] کرناں سُرج، آسمان
که یا محل نورس گگن، تخت سُور[5]
جڑت نورتن جوت کِرناں سو پور[6]
ولے شه صدر باغ دولت نشان
بیٹھے مجلسی پھول ہر ایك تو جان
کوئی لعل کسوت، کوئی پیلی کر
کوئی سُرمائی[7] ماوی[8] کو بینجانی[9] بھر
کوئی زعفرانی بنفشه اُجل[10]
کوئی رنگ ہریا[11] کوئی تکتی سو مِل ٤٤/الف
*کدم باس باوِن[12] ہَر ایك تن لگاؤ

. . . . . .

---

*یه شعر نسخۂ س میں نہیں ہے۔ الف میں بھی صرف پہلا مصرع ہے۔
۱ ۔ نکھون: ناخونوں ۲ ۔ ایك قیمتی پتھر جو سرخی مائل زرد
رنگ کا ہوتا ہے ۳ ۔ چھپی ہوئی ٤ ۔ ہزار ٥ ۔ سورج
۶ ۔ بھری ہوئی ۷ ۔ سرمئی ۸ ۔ ماوا: ہیرے کا برادہ جس سے
سونے چاندی کو چمکاتے ہیں، بمعنی بھڑکیلی ۹ ۔ بینجنی، اودا
۱۰ ۔ چمکیلا، بھڑکیلا ۱۱ ۔ ہرا ۱۲ ۔ «باون باس» کی ترکیب
پہلے بھی آئی ہے، خوشبو کی اقسام یا کثرت خوشبو کی جانب
اشارہ ہے، باون، چھپن کی طرح لا تعداد اور کثرت کے لیے آتا ہے۔

سو مہکار خوشبو چھڑ ہے[1] آسمان
سرگ لوك سن کر ہوئے سب حیران
فرشتے ہوئے مست اس باس تہیں[2]
رہے بے خبر ہو سو ھُلّاس[3] تہیں
کہیں کون کر شاہ دنیاں[4] میں راج
که جس دَور مجلس مَہك باس آج
۳۷۵ جیدھا تہیں[5] خدانے ہمن کو نپاؤ[6]
نه یو باس خوشبو کدھیں یوں دکھاؤ ٤٤/ب
دعا کرو سب مانگ یوں ہتھ پسار
توں اس شاہ کا دَور رَاکھیں قرار
جو لگ[7] تہیر[8] راکھے زمیں آسمان
خدایا! تُولگ[9] رکھ توں اس شه نشان
بیٹھے مجلسی لوگ ہر ایك فن
کھلے پھول ہر جنس دولت چمن
اِیکس ایك تہیں خوب بدیا وَنت[10] نگار
ہر ایك بات بُوجھك سو نو نو ہزار

---

۱ - چڑھے (ھکاری) ۲ - سے ۳ - سرخوشی ٤ - دنیا (انفی)
٥ - جب سے ٦ - نپانا : پیدا کرنا ۷ - جب تك ۸ - قایم ۹ - تب
تك ۱۰ - اہل علم ، زیادہ تر موسیقاروں کے لیے ، جو سنگیت
ودیا کے ماہر ہوتے ہیں ، استعمال کیا گیا ہے جن سے ابراہیم کا
دربار کھچا کھچ بھرا تھا ۔

نظر شاه پِهر بَهنوَر[1] هر پهول پر ٤٥/الف
بچن باس رس لے کلیوں مکھ اُپر
که یا هو مدن[2] روپ شاه زماں
جڑت نورتن تخت پر یوں نُماں[3]
کیسے ڈِهگّه[4] عالم کے سب رتن لیائے
بَٹهیا روپ دهر جیو مدن راؤ آئے
ولیکن مدن روپ هور شاه یوں
سُرج جوت تَل[5] آچهپے چاند جیوں
مدن روپ کا لوگ کرتے بکهان
ولے وُ[6] سو[7] بن رنگ، نا کچه نشان[8] ٤٥/ب
سوشه روپ پر گٹ هر ایك انگ دهر
امولك رتن جوت هر رنگ بهر
اگر سُورِج مل کر اٹهے ایك هزار
سوشه روپ مل دیپ ره جیوں ستار[9]

---

۱ - بهنورا ۲ - عشق و محبت کے دیوتا «کامدیو» کانام ۳ - نما
انمی تلفظ) : جلوه گر ٤ - ڈهیر ٥ - تلے، نیچے ٦ - وه
۷ - اصل املا « س » ۸ - کہا جاتا هے که کامدیو بغیر جسم کا هے
۹ - ستارے -

در تعریف شب، حسن مجلس شاہ عالم پناہ دیدہ عاشق شدہ، خود را بالائے بام[1] فلك انداختہ

سو یوں جھانك شہ روپ ٹك رات آئے
گگن کے چھجے تھیں پڑی گھیری[2] کھائے
٤٦/الف پڑے پھول سر تھیں بکھر ٹھار ٹھار
اُجَل روپ ہو کر سو دِستے ستار
چو نے بوند لو ہو جو آنکھیوں تھیں ڈھل
وہی جوت دیوے ہو گھر گھر سو جل
۳۹۰ عِشق شاہ بَل[3] رات ہو سیاہ رنگ
دسے روپ پرگٹ سو مکھ چاند ڈھنگ[4]
کہ یا سُور شہ کیاں ہو کرناں نشان
جلے روپ دیوٹیاں[5] ہو دستیاں[6] عیاں
دسے رات دیوٹیاں[7] سوں مل زیب یوں
٤٦/ب سٹے لعل بِکھرا مُشَك راس[8] جیوں
سُہاون[9] دسے سانجھ دیوٹیاں سو آئے
زمیں روپ پھر کر گگن جیوں دکھائے

---

۱ ـ س، ندارد ۲ ـ چکرا کر، گھوم کر ۳ ـ بہ سبب، باعث
٤ ـ نقص قافیہ، رنگ، ڈھنگ ٥ ـ مشلعیں ٦ ـ دکھائی دیتی ہین (فعل دسنا کی جمع مونث غائب) ۷ ـ مشعلیں ۸ ـ راشی: ڈھیر
۹ ـ سہانا، خوبصورت.

دُھوَر[1] رنگ ہو سب زمیں گگن سار[2]
بکھر رات دِیوٹیاں لگے جیوں ستار

۳۹۵ دھرے شمع مجلس سو ہر ٹھار ٹھار
محل چاند آگن[3] ستاریوں[4] کے جھاڑ

کہ یا ناگ سب سیس من لے سو آؤ
سٹے رات کے آنگ پَر وُ جڑاؤ

اسی جڑت درمیان شہ یوں سُہائے ۴۷/الف
کہ جیوں لعل بُھوتو[5] میں ہیرا دکھائے

اسی جنس تو رات مجلس میں آئے
رہے بھول کر دیکھ سُدھ بُدھ گوائے[6]

کِیتی[7] شاہ مجلس سو یوں عیش رات
سنو اب کہوں کھول کر دیس[8] دھات

---

۱ - دھوین کے رنگ کا ۲ - مثل، مانند ۳ - آنگن ۴ - ستاروں
۵ - بھوتوں: بہیتروں ۶ - گنوائے ۷ - کی، منائی ۸ - دن

انھی شاہ استاد کر سو نظر
بلایا جو عبدل کوں سرھانے دھر
نوی بات مضمون کر ایک کتاب
نہ کو فکر گوندیا ھے تس کا جواب
نہ باقی رھے کچھ تو عالم نشان
اگر کچھ رھے تو، بچن شعر جان
شعر شاھو کا تو سو ھے یادگار
رکھے ناؤں عالم میں جیو تا قرار (۹۶ - ۹۳)

یعنی عبداللہ قطب شاہ اور ابراھیم عادل شاہ ثانی دونوں شعر کی « عالم نشانی » سے باخبر تھے اور اچھی طرح جانتے تھے کہ شاہ اور شاعر دونوں کا نشان اسی سے قایم رھتا ھے ۔ جب کہ عبداللہ قطب شاہ نے عشق کے موضوع کی جانب اشارہ کیا تھا، جگت گرو ابراھیم نے « شاھوں کے شعر » اور اس کے « یادگار » ھونے کے واضح اشارے سے عبدل پر یہ ظاھر کردیا کہ اس کی تصنیف کا « مضمون » اور ' نوی بات ' خود اس کی ذات گرامی بنائی جاسکتی ھے ۔ موضوع کے تعین کے بعد عبدل کے سامنے وسیلہ ابلاغ کا مسئلہ درپیش ھوا ۔ ابراھیم کے دربار میں ظہوری، ملک قمی، حیدر ذھنی، باقر کاشی جیسے نادر روزگار فارسی شعرا کا جھمگٹ تھا اور وہ دربار عادل شاھی پر چھائے ھوے تھے ۔ ظاھر ھے اس فضا میں عبدل جیسے « دیسی » شاعروں کا دم گھٹ رھا ھوگا اور وہ اپنے

در تعریف که شب گذشت و روز خودرا آراستہ کردہ بہ مجلس شاہ آمد

٤٠٠ اُڑی رات کویل گگن بَن اوپر
نکل دیس کا باز سج صُبُح پَر ٤٧/ب
پکڑ سُرج چنگل سوں نکّہہ کرن رات
دسیا لال لوھو شفق گگن دھات
ڈَبی[1] رات میں تھی نکل دن کپور
ڈَبا[2] سُرج دستا ھے کاپور[3] نور
دیا روم شہ نے سو دَھلیز لال
سرج روپ کرنا[4] طناباں[5] جو گھال[6]
سو یو رات جا ھو صبُح آشکار
شنہشہ کیا حکم کھلین شکار

---

۱ - ۲ : ڈبی اور ڈبا در اصل ' درجك شب ' اور «درج آفتاب» کی تراکیب کے مفهوم میں لائے گئے ھیں ۳- کافور ٤- کرناں: کرنیں ٥- دونوں نسخوں میں اصل املا« تناباں» ٦- گھالنا: ڈالنا۔

در تعریف رفتن شکار و غلغله کوس دولت
شاه عالم پناہ و ھیبت[1] آواز لشکر ٤٨/الف

هوا شاہ فرمان ھر ایك اوپر
کرو گھاؤ[2] لکڑیاں دمامیوں[3] اوپر
حُکمُ شاہ سنتے جو گرجے نشان[4]
پڑیا ناد[5] لرزا زمین آسمان
اول تین لکڑیاں نشانو[6] جوں گھال
ڈرین تین ترلوك[7] سن بے حوال
دمامیوں سبد ناد[7] برمنڈہ[8] بھر
چڑھیا ناد دھمکا[9] گگن کے اوپر ٤٨/ب
اسی ڈر سو سینا تڑخ آسمان
کلیجا دسیا لال بجلی ھو، جان
پکارے سو دردوں کرے تڑپھڑاٹ[10]
دمامیوں سَبد ناد سینا جو پھاٹ
زمیں جان یو مُہیں[11] اول تھی اکھنڈ[12]
اسی ڈر تڑخ ھو سو نو کھنڈ، کھنڈ[13]

ـ نسخۂ الف « حیبت » ٢ ـ گھاؤ کرنا : مارنا ٣ ـ دمامیوں : نقاروں ٤ ـ ڈنکا ٥ ـ آواز ٦ ـ نشانوں : ڈنکوں ٦ ـ تین لوك کی ترکیب غلط ھے اس لیے کہ تر = تین ٧ ـ سبد ناد: آواز کی گونج ٨ ـ برھمانڈ: عالم، کائنات ٩ ـ دھمك ١٠ ـ بے چینی ١ ـ زمین ١٢ ـ سالم ١٣ ـ نوٹکڑے (زمین کے بارے میں ہندو تصور!) ـ

هوئے هیبتوں[1] لوهو پانی جهـــڑیا

هر ایك طرف بهر کر دیے سو دریا

که یا هے زمیں تهال جیوں سب، تو جان ٤٩/الف

رکهیا نیر بهر کر دریا درمیان

دمامیں دهمك ناد سوں تهرهرے[2]

هَلے[3] نیر دریا هو موجاں پهریں[4]

[illegible] پکار

بہیں دھار آنجھو لڑاں ٹھار ٹھار
دسیں نین چشمیں[1] وَکی[2] لا گے کِنار ؟

دیکھیا یوں گگن پر زمین بے قرار
کھڑے بھر سو بادل چھڑک میگھ دھار

دسا اٹھ[3] سکھیا[4] مل لے دیکھیں کھڑیاں
پون روپ پنکھے سوں بارا[5] کریاں

یہیں شاہ لشکر دمامیوں آواز ۵۰/الف
ھوا بے خبر سن زمیں کا جو ساز

سن آواز باسوک[6] دمامیوں پتال
چھپا کان آنکھیوں میں کنڈل جو گھال[7]

دماميوں دھمک سن نه ره سی[8] سنبھال
بھی جا[9] سیس پانی ھو تڑخے کپال[10]

چھپیا جا اپس تن زمیں اوڑ کر
دمامیوں سبد شاہ نا کان پر[11]

---

۱ ۔ چشمے ۲ ۔ غالبا « وہ » یا « کہ » ۳ ۔ آٹھ سمتیں ٤ ۔ سکھیاں (دشاؤں کی آٹھ سکھیاں) ٥ ۔ ھوا ٦ ۔ آٹھ ناگوں میں دوسرا ناگ جس کے پھنوں پر زمین قایم ھے ۷ ۔ کنڈل گھالنا : کنڈلی مارنا (روایت ھے کہ سانپ کے کان نہیں ھوتے اور وہ آنکھوں سے ھی سنتا ھے، اس لیے عبدل ، « چھپا کان آنکھوں میں » کہہ رھا ھے ۸ ۔ رہ سکا (« سی » کا استعمال عبدل کے یہاں کم ملتا ھے) ۹ ۔ س میں « بھی جا بھیگا »؟ ۱۰ ۔ کھوپڑی ۱۱ ۔ پڑ ۔

هوا شاہ باجا[1] یوں کھلین شکار
ڈریا لوک ، ترلوک یوں ٹھار ٹھار ۵۰/ب
ملیا شاہ لشکر بھی یوں سن خبر
ہر ایک دھات فوجاں، ہر ایک روپ دھر

۱ ۔ شاہ نے یوں باجے بجوائے۔

در تعریف فیلان حضرت شاہ عالم پناہ
خلد اللہ ملکہ ابداً[1]

اَوّل فوج مں شاہ مَدکل[2] اپار
هوا روپ عالم انهنه[3] تهیں[4] اندهیار
اُٹهیاں هو سو ظلمات موجاں طوفان
ڈبایا پکڑ دیس کا نور جان
دریا[5] نیر پی کر تو سوکها کریں
و سُوکهی زمین پهر سَمُند جیوں بهریں
اگر لوگ بولیں سَوا لکهه پهاڑ[6]
سو شه مدکلوں کے هیں چهاوِے[7] شمار
دِسیں رنگ سیندور کپولوں[8] جو لال
جیوں اندهکار[9] لا گیا شفق کے دُمال[10]
پکڑ سونڈه مکهه جب کریں کڑ کڑاٹ
گگن هور زمین مل پڑے کهلبلاٹ[11]
دِسیں روپ کالے، اُجل دنت یوں
اٹهے کونم[12] اندهکار تهیں نور جیوں ۵۱/ب

---

۱ ۔ س میں « ملکه ابدا » نہیں هے ۲ ۔ هاتهی ۳ ۔ ان (جمع) ۴ ۔ سے ۵ ۔ دونوں نسخوں میں « ڈریا » هے ۶ ۔ شوالك پهاڑ (شعر ٤٣٥ میں) یہ لفظ « سوالاکهه پربت» آیا هے ۷ ۔ هاتهی کا بچه ۸ ۔ گالوں ۹ ۔ اندهیرا ۱۰ ۔ دنبال، پیچهے ۱۱ ۔ کهلبلی ۱۲ ۔ کلا، کونپل ۔

که یا ہَنس ڈولیوں کے آکر جو ہار
رہے آسَوَا لا کہہ پربت مَجھار[1]
کہ یا جَگَت چھایا (ہے[2]) کالا ابھال[3]
رہی باگلیاں[4] کی ہو درمیان مال[5]
کہ یا رات میں صبح میخاں جڑیاں
سو ان دانتوں کے روپ ہو کر کھڑیاں
جڑت نگ جو دانتوں رتن جگمگیں
کہ جیوں صبح میخوں سُرج گت[6] جریں
سُہیں[7] ریشمیں ناڑے[8] پنچ رنگ سنوار ٥٢/الف
سَرگ میں کماناں[9] جیوں بادل نگار
کوئی تلپٹی[10] جوڑ جھرتے[11] کھڑے
کہ جیوں ڈونگھرو[12] تھیں چلے بھوت جھرے[13]
کوئی پاؤں لنگر زنزیریاں[14] چڑے
پلیٹے[15] جیوں دوسانپ ڈونگھر[16] پڑے
کوئی فیل سرکوں سوں دستے نگار
جیوں لیلم ڈونگھر سانپ کنچلیاں اتار[17]

۱- درمیان ۲- اضافہ مرتب ۳- بادل ٤- بگلے ٥- مالا، قطار
٦- طرح ۷- اچھے لگتے ہیں ۸- رسیاں ۹- قوس قزح
۱۰- کنپٹی ۱۱- مدنکالتے ۱۲- پہاڑ ۱۳- جھرنے ۱٤- زنجیریں
۱٥- لپیٹے ۱٦- پہاڑ ۱۷- کچھ ہاتھیوں کے سروں کو ایسا سجایا گیا ہے کہ وہ حسین دکھائی دے رہے ہیں جیسے نیلم کے پہاڑ پر سانپوں نے کینچلیاں اتاری ہوں۔ ہاتھیوں کے ماتھوں پر طرح طرح کی تصویریں بنا کر انہیں سجایا جاتا ہے۔

کوئی پساؤتوڈڑ[1] دِسے تول یوں
زمین هاتھ کَنکَن رتن ڈول[2] جوں ۵۲/ب
کوئی پیٹھ زرباف غاشی[3] سنوار
دسے روپ هستی[4] جیوں سونے پہاڑ
کوئی چل هریاں[5] ڈھالوں دستے نگار
که جیوں ڈوگھروں پر کھڑے داٹ[6] جھار
کوئی لال ڈھالاں سو مدکل اپار
که جیوں ڈونگھروں آگ جھڑیاں[7] شمار
کوئی ماوَئی[8] ڈھال بیٹھے[9] نشان
که جیوں پربتوں لك پَلُو آسمان[10]
دھریں سوار آنکُس، دِسیں هست[11] یوں ۵۳/الف
سرج ڈوگھروں دھرنوے[12] چاند جیوں
ملیاں هرجنس رنگ ڈھالاں سنوار
پھولے هرجنس ڈوگھروں جیوں جھار[13]
ملے شاه ابراهیم عادل هست یوں
سنوں اب تو رنگ روپ اَچپل[14] هیں جیوں

---

۱ - توڑے ۲ - ڈولنا : هلنا ۳ - غاشیه : زین پوش ، پالان
۴ - هاتھی ۵ - هری ، سبز رنگ کی ۶ - گھنے ۷ - جھاڑیاں
۸ - سفید ۹ - اصل املا « بیھتی » ۱۰ - آسمان کا پلو یا دامن -
۱۱ - هاتھی ۱۲ - نئے ۱۳ - جھاز ۱۴ - گھوڑے -

در تعریف اسپان حضرت شاہ عالم پناہ خلد اللہ ملکہ ابدا

٤٥٥ سنوں اب صفت شاہ اَچپل[١] تُرنگ[٢]

کھڑے ساج آبھرن[٣] سوں ہر رنگ رنگ ٥٣/ب

کہیں بُور[٤] کُمیّت[٥]، گَـرڑے[٦]، کرنگ[٧]

کہیں چال نقرے[٨] جو زردے سُرنگ[٩]

کہیں ھانسلی[١٠] ہور آبلق[١١] نگار

کہیں مَتکِسی[١٢] پنچ کلیان[١٣] سار

کہیں جور دینارے[١٤] صندل کبوت

کہیں رنگ سارنگ مشکی[١٥] سوجُوت

کہیں یغز[١٦] ہور سمند آروپ سنوار

لکھی[١٧] چتر جانو سو ایک ایک نگار

---

١ - اچپل کے لغوی معنی تیز، بے قرار اور چنچل کے ھیں جیسا کہ نمبر ٥ میں اس کے معنی صفت کے طور پر دے گئے ھیں - لیکن نمبر ٤ میں عبدل نے صفت کو اسم کے طور پر بہ معنی « گھوڑے » استعمال کیا ھے ٢ - گھوڑے ٣ - زیورات ٤ تا ١٦ گھوڑوں کی اقسام اور تفصیلات کے لیے دیکھئے ضمیمہ ١٧ - لکھنا: دکھائی دینا -

۴۶۰ ملے ذات لاسائی[1] عارب[2] نشان ۵۴/الف
عراقی ، بدخشانی ، کچّھی[3] سو جان
مرگ لوچنے[4] ، کان کترے جیوں پان[5]
کٹورے میں پیتے سو مکھ پانی آن[6]
اگر دوڑ جاویں سو دریا پیلھار[7]
نہ ٹک پاؤں لاگے سو پانی منجھار
پون روپ ھے کر ، سنیا کون کان
سو شہ تیزی دیکھے جگت سب نشان
ولے پون سوں وُ چلیں ھوڑ لے[8]
رھے پون پیچھیں ، وَھی اگلے ۵۴/ب
۴۶۵ ٹک ایک کھینچ پکڑے ، سو ایک پگ اُچائے
نہ اونھ گت[9] سکھیا کوئی نٹوا نچائے
اُڑیں چھال[10] ایک لگت[11] کنکر ھزار
نہ دیکھیں عَقل میں سو آوے بچار
جہاں سُوار کا جیو ، تہاں وُ لجائیں
نہ کچھ آگ پانی سون دیکھ کر ڈرائیں[12]

---

۱ ـ لاسہ : تبت کا دار السلطنت ، یہاں پہاڑی ذات کے گھوڑے مراد ھے ۲ ـ عربی ۳ ـ کچھ (گجرات) کے علاقہ کے گھوڑے مشہور ھیں ۴ ـ چشم غزال رکھنے والے ۵ ـ پتا ۶ ـ آنا : لانا ۷ ـ پار ، پرے ۸ ـ بازی بد کر ۹ ـ طرح ۱۰ ـ چھلانگ ۱۱ ـ لگتے ھیں ۱۲ ـ ڈریں ـ

عجز شعر گوئی سے بخوبی واقف ہوں کے ۔ ان کی ہمت افزائی اور قدردانی کی واحد وجہ جواز ابراہیم کی ہندوی سے دلچسپی تھی ۔ ابراہیم کی فارسی دانی کے چرچوں ۱ کے باوجود یہ مسلم ہے کہ اس کا اپنا وسیلہ اظہار «ہندوی» تھا ۔ کتاب نورس اس امر کی یادگار اور ضمانت ہے ۔ موسیقی کے ساتھ ساتھ اس کا ہندی شاعری کا ذوق نہایت تربیت یافتہ تھا ۔ خود اس کی شاعری میں ہندی شاعری کی تلمیحات ، تشبیہ و استعارہ رچے بسے ملتے ہیں ۔ یہ بھی محل نظر ہے کہ ظہوری اور ملک قمی کی سرپرستی کے باوجود وہ اپنے عہد کی فارسی شعری فضا سے کہاں تک قریب تھا ۔ غرض کہ دربار کی اس دو رنگی فضا میں ابراہیم کا ایک شاعر ہندی کو موضوع سخن عطا کر کے اس کی حوصلہ افزائی کرنا بعید از قیاس نہیں ۔ چنانچہ موضوع سخن کے تعین کے بعد حکت گرو سے عبدل کا

(۱) فرشتہ کا بیان ہے کہ پہلی مرتبہ فارسی تعلیم کی جانب ابراہیم کی توجہ شاہنواز خان وزیر نے ۱۰۰۳ھ / ۹۰ / ۱۵۹٤ء میں دلائی تھی اور اس کے لئے استاد مقرر کیے تھے ۔ اس کے باوجود اسد بیگ جو ۱٦۰٤ء میں بیجاپور مغل سفیر کی حیثیت سے گیا تھا یوں لکھتا ہے :

«... و فارسی خوب می فہمید اما جواب نمی توانست گفت و بقدر شکستہ می گفت ، (وقائع اسد بیگ ، قلمی ۲۷۰ / ٤۰ ف ، عبد السلام کلیکشن ، مولانا آزاد لائبریری ، علی گڑھ)۔

اگر پون تھیں پھول[۱] ایک رج[۲] اُڑے
انا چت[۳] سو اُنھ آنگ پر جالگے
۵۵/الف تپند[۴] ہور ہیں ناز میں بر قرار
اڑیں چھال کھا جا سُمند کے پلھار[۵]
٭ چمت[۶] روپ دوڑیں سو ایسے شتاب
نظر جوڑ کرنا سکے تنھ رکاب
اُڑیں تیر بازو نت اٹھ باند پر
اونھ[۷] چال چلنے سو تعلیم کر
سنیا تھا کھٹولا جو من چیت[۸] ناؤں
سکھیا ڈھنگ اننھ تیز یوں دیکھ دھاؤں[۹]
کوئی زین زرّین جڑت کی لگام
۵۵/ب کوئی کھنڈ[۱۰] ہے قلاڈے[۱۱] مرصع تمام
کوئی غاشی مخمل نقش زرنگار
کوئی رتن موتیوں مرصّع سنوار
ملے شاہ تیزی[۱۲] سو سب یوں سنوار
ہر ایک شاہ کا ایک جیون ادھار[۱۳]

---

* س میں مصرعے بدل گئے ہیں۔

۱۔ نسخۂ الف میں «پھو» ہے س میں «پھول» ہے ۲۔ذرہ ۳۔یکایک ۴۔آگے بگولہ ۵۔پار ۶۔چمتکار: معجزہ، محیر العقول بات ۷۔ان کا ۸۔من چیت: ایک روایتی اڑن کھٹولے کا نام ۹۔دوڑ، جھپٹ ۱۰۔حصہ ۱۱۔کوتل گھوڑے ۱۲۔گھوڑے ۱۳۔سہارا۔

در تعریف سلحداران حضرت شاه
عالم پناہ خلد اللہ ملکہ

سنوں اب صفت شاہ کے سلحدار[1]
ہر ایک ملک کے شاہزادے ہو سوار
* جرت پر دالی . . . .
چلی باؤ لے شاہ مجلس سنگار ٥٦/الف
اڑی باؤ جا کر سو جھاڑوں ملی
ہر ایک جھاڑ کر بات کھول مکھ کلی
آپس آپ میں جھاڑ یوں بات کر
ڈلا[2] ہات ڈالیاں[3] کوں پان[4] جیبھ دھر
٤٨٠ ** جدھیاں تھیں[5] خدا نے ہمن کوں نپاؤ
نہ یوں باس خوشبو کدھیں لیاؤ باؤ
پوچھیں باؤ دھر کر ہر ایک ڈال جھار
کدھیں باس خوشبو نہ یوں کیا بچار

---

* نسخہ س میں یہ شعر نہیں ہے۔۔ الف میں صرف دوسرا مصرع ہے۔ پہلے مصرع کے دو لفظ جیسا کہ کاتبوں کا معمول ہے، ماقبل صفحے کے حاشیہ پر لکھے ہوئے ہیں جو یہاں درج کئے جا رہے ہیں۔

** یہ شعر جوں کا توں اس سے قبل آچکا ہے۔۔ (دیکھئے نمبر ٣٨٤)۔۔

١ ۔۔ الف کا املا « صلحدار » ٢ ۔۔ ڈلانا : ہلانا ٣ ۔۔ ڈالیاں (ہکاری)
٤ ۔۔ پتے ٥ ۔۔ جب سے ۔۔

سنوں جھار کہہ باؤ میری جوبات
جو کچھ نظر دیکھے کھوں و[1] سُو[2] دھات
دَ کھن دیس میں شاہ ایک راج کر
نہ ایسا سنیا کوُ، مِیں دیکھیا نظر
وهی جھاڑ دنیا میں ہے باردار
بُھوُت باغ دولت چھپے اس منجار
ولیکن گگن ہور زمین درمیان
اٹھیا روپ ہو شاہ عالم نشان
زمین ٹوکرا سِر بدیا پُر جودھر
بھریا رتن آلا[3] نورس محل زر ۵۷/الف
عدل ڈول کرسٹ لے انصاف نیر[4]
سخاوت لگا کالوا[5] نت سریر
نکل راج کا کو نم[6] پرگٹ ہو ڈھاک
دِسا آٹھ ڈالیا ہو کیرت[7] کی ھانک[8]
ہو گن پان انگنت نا گنت کر[9]
کرم چھانہہ عالم کے سر پر سو[10] بھر

---

۱ - وہ ۲ - اصل املا «سُ» - نسخۂ س میں ۱ اور ۲ نہیں ہیں -
۳ - اعلی ۴ - پانی ۵ - نہر، نالا ۶ - کلا، کونپل ۷ - شہرت -
۸ - شہرہ، آوازہ ۹ - گنتی نہیں کیے جاسکتے ۱۰ - الف میں یہ لفظ نہیں ہے -

عقل پھول لگ تس فہم پھل اپار
بھریا رس ہے دانائی ہر ایک ٹھار
٭رہے بھول جناور ہر ایک طرف آئے
سو ہو روپ لشکر نہ کچھ انت پائے ۵۷/ب
٭ رہے سیمرغ ہو جیوں ہستی[1] متنگ[2]
دسیں ڈھیگھ ہو اونٹ گردن اُتنگ[3]
رہے روپ خرچال گھوڑے اپار
پھریں لشکری باز بہری کنار
۴۹۰ رہے لبدہ[4] درویش اس چھانہہ یوں
کریں ذکر قمری مُوشیشے سو جیوں[5]
بیٹھے مجلسی لوگ عالم سویوں
بھریاں روپ نوریاں[6] ہوراویں[7] سو جیوں ۵۸/الف
جناوریوں سب مل سو اس چھانہہ چریں
ہر ایک ملک اور آلبد کر پھریں
ایسا جھاڑ شاہوں میں دیکھیا نہ جگ
سو اس جھاڑ مجلس کی بجھ باس لگ

---

* یہاں سے شاعر پرندوں اور اس کی چھاؤں میں پناہ لینے والوں کا ذکر کرتا ہے۔ شاہی کے درخت کا تلازمہ اختیار کر رہا ہے اور اس کے پھل پھول اور پرندوں کی تفصیل دے رہا ہے۔

۱ - ہاتھی ۲ -- مست ۳ - ات تنگ (س): اونچی، لمبی ٤ - فریفتہ
٥ - جیسے قمری شیشے میں اپنی پرچھائیں دیکھ کر بولتی ہے
٦ -- توتے کی قسم کا ایک پرندہ ٧ -- توتا۔

کھیا باؤ نے یوں قصا شاہ آن
سنے جھار پربت دولا[1] کر سو کان
کہیں جھاڑ سن باؤ، دے بُدھ بچار
سو اس شاہ کا جائے دیکھیں جو ٹھار
کہے باؤ جھاڑوں سوں میں کیا کروں ۵۸/ب
گیئی دیکھ سُدھ بُدھ، ہو باوَل[2] پھروں
جدھیاں تھیں دیکھے شاہ مجلس سنگار
تدھیاں تھیں پھروں میں نہ کچھ تن قرار

۱ - ڈلا کر ، ھلا کر ۲ - باولا ، پاگل -

در تعریف آشفتہ شدن درختان صحرا از شنیدن خبر مجلس باغ شاہ جہاں پناہ

صفت شاہ سن جھاڑوں ھو اشتیاق
سو شہ دیکھنے کا لگیا تن فراق
کیسے پان کپڑے[1] سو ایک ایک دھرے
پڑیں پھول آ کھیوں[2] سوں اس بوند جھرے
۵۰۰ ھوئے بے خبر تن نہ رہ کچھ سنبھال
کھڑے کانپتے ھتھ پاؤ مل پیڑھ، ڈال
رھے جیبھ ھر ایک دانتوں میں دھر
نَویاں کوپلیاں[3] ھر سو پڑتیاں نظر
سنیا یوں خبر جھاڑوں بَن پت راؤ
کھڑیں ھیں دیوانے، ھو بے خَبر بھاؤ[4]
نہ کچھ آنک پر پان کپڑے سنبھال
کھڑے کانپتے ھاتھ پاؤں ڈال ڈال
بسنت راؤ سن یوں، طبیبوں بلائے
بھنور[5]، ناؤں اُنھ کا، ھر ایک طَرف آئے
۵۰۵ کھیا جائے دیکھو سو جھاڑوں کی ناڑ[6]
کھو آئے کر بجھ دَرَد اُنھ بچار

---

۱ - پتے ۲ - آنکھوں ۳ - کونپلیں ٤ - طرح، ڈھنگ
۵ - بھنورا ٦ - نبض -

اُڑے بَھنور یوں سن نہ پھر بات کر
چلے دیکھتے جھاڑ ہر ایک دَھر[1]
پھریں دیکھتے بھنور ہر ایک جھار
رہے سوکھ مکھ پھول سب ٹھار ٹھار
پکڑ ہاتھ ڈالیوں دیکھیں بھنور ناڑ
رگاں پان آنگولیاں دَرد کا بچار
سو دیکھ بھنور یوں حال جھاڑوں کہے
تمھن دَرد تو کچھ عِشق کا آھے[2]
نہ اس درد پر ھور دارو بچار
کہ جس دیکھنے چٹ[3] لگے اس دیدار
جو لگ[4] تمھ[5] نہ دیکھو[6] سو شہ کا دیدار
تو لگ[7] جھاڑ تن تونھ[8] نہ ہوئے قرار
ہر ایک جھاڑ کا درد یوں دیکھ پھر
طبیبوں بھنور آئے کہہ راؤ دِھر
دَکھن دیس میں شاہ ھے نامدار
سو اُس دیکھنے لگ رہے سوکھ جھار

---

۱ - طرف ۲ - ھے ۳ - چاٹ، مزہ، ذوق ٤ - جب تک -
٥ - تم (ھکاری) ٦ - دیکھو کے (برج کا صیغۂ مستقبل مرکب
ہے ۷ - تب تک ۸ - تو (انفی اور ھکاری) - [٥]

نــہ بـاقی دَرَد ھور کچھ ھے بچـار
هوۓ جھاڑ جیوں تو دِیکھہیں دیـدار
بسنت راؤ سن یوں بـھنور بات کان ۵۹/ب
رھیـا ھو عجب کچھ نہ آوے بَـکھان
کیسا شہ سو لَـکّھن جو دِکّھن دَھرن[1]
کہ جس روپ پر بھول سن جھـاڑ بَن

— سر زمین ، دھرتی ۔

در تعریف هنگام بہار کہ آواز عیش شاہ شنیدہ درختاں را آراستہ کردہ رواں شدہ[1]

بلایا آپس کا جو حکمت وزیر
کہوں ناؤں اُس کا جو[2] ہنگام سیر
کہیا راؤ ، پردھان[3] ! کیا اَب بچار
رہیا سُوك[4] لشکر ہمارا سو جھار
ہوا سب ولایت کھمن بَن خراب
توں اس بات کا بیگ دے مجھ جواب
٥٢٠ * کھیا روپ پَردھان[5] سن شاہ بَسنت
کہوں بات لشکر جیوانے کی پھنت[6]
بلاؤ کویل کے سو سب بھال دار[7]
خبر دیو ہر ملك ، بَن ، تھار تھار[8] ٦١/ب
ننھا ہور بڑا ھے کچھ روپ جھاڑ
ہر ایك پھول کسوت کرو سب سنگار

---

* اشعار نمبر ٥٢٠ اور ٥٢١ نسخہ س میں نہیں ھیں ۔
١ ـ س میں ''رواں شدہ'' نہیں ھے ٢ ـ س میں! نہیں ھے
٣ ـ وزیر اعظم ٤ ـ سوکھ ٥ ـ جواں اور حسین وزیر اعظم
٦ ـ تدبیر ٧ ـ نقیب ٨ ـ جگہ جگہ ۔

دَکھن دیس میں شه جگت گرو هے ناؤں

بِدھیا پور نگر[1] اُس رهن هے جو ٹهاؤں

سو اُس شاه دیکھن بسنت راؤ چَل

هر ایك ذات کے جهاڑ آو سو مِل[2]

۵۲۵ خبر شاه سن جهاڑ هر ایك ڈال

خوشیاں هو اُٹھے کوئی پیلے، کو لال

چلے مُلك بَن تھے خبر سُن یوں جهار ۶۲/الف

بجنتر[3] بجے باؤ سب تهار تهار

بسنت راؤ لشکر مِلیا آئے کر

هر ایك جنس کے جهاڑ هر روپ دهر

نشاناں[4] پکڑ پھول هر ایك ڈال

هر ایك رنگ، هر جنس لائے سو ڈهال[5]

---

۱ - اس شعر سے واضح هے که ابراهیم نامه کی تصنیف کے وقت تك بدھیا پور نگر (بیجاپور) هی ابراهیم کا ''رهن ٹهاؤں'' (دار السلطنت) تھا، هر چند نورس محل، نورسپور میں بن چکا تھا - اس لحاظ سے یه روایت صحیح معلوم هوتی هے که ابراهیم نے نجومیوں کے کهنے کی وجه سے اپنا دار السلطنت بیجاپور سے نهیں هٹایا تھا اور نورسپور اور اس کے محلات صرف گرمائی مستقر کے طور پر استعمال کیے جاتے تھے ۲ - قافیه ''چَل'' اور ''مِل'' ۳ - ساز، باجے ٤ - جھنڈے ٥ - ڈهال کر، بنا کر -

پہلا سوال یہ تھا:

سو یوں بچن سن شاہ استاد کا
پوچھیا جگت کر شعر کہہ کس زبان
زباں ہندوی مجھ، سو ہوں دہلوی
نہ جانوں عرب ہور عجم مثنوی (۹۱-۹۸)

'عرب ہور عجم مثنوی[۱]' کے پردے میں دراصل عبدل اپنے عجز فارسی دانی کا اظہار کررہا ہے۔ وہ اپنی زبان ہندوی اور اپنی نسبت دہلوی کی تصدیق بہ مقابلہ ظہوری و ملک قمی کرنا چاہتا ہے، جن کے سامنے اس کی فارسی دانی ہیچ تھی۔ اس کے پیش نظر شاہنامہ فردوسی کی وہ روایت بھی ہوگی جس کا مقابلہ زبان ہندوی میں کرنا اس کے لئے ممکن نہ تھا۔ یہ سعادت تو 'علی نامہ' کے مصنف نصرتی کے حصے میں آنے والی تھی کہ وہ 'شاہ نامہ دکن' (علی نامہ) تصنیف کرے ع

کہ یو شاہ نامہ دکن کا ہے جان

شاہ استاد کا جواب عبدل کے لئے توقع سے کہیں زیادہ تھا:

کہیا شاہ استاد عبدل سے یوں
توں ہر ایک زبان کر شعر بات کہوں

(۱) شیخ خوب محمد چشتی نے 'امواج خوبی' (تالیف سنہ ۱۵۹۳ء) میں اس سے ملتی جلتی ترکیب استعمال کی ہے

جیوں دل عرب عجم کی بات
سن بولے بولی گجرات

هر ایک جھاڑ ڈالھیاں سُو مِل یوں سنوار
جیوں سردار اشکر هر ایک ٹھاڑ ٹھاڑ[1]

٥٣٠ دِسیں آنب کے جھاڑ جیوں ہَست[2] چَل[3]
سُولا پھول سر، کان، هر ایک طَرَف ہَل[4] ٦٢/ب
لگے پھل ننھی روپ کیریاں سو یوں
گُھنگر مال باندھیں دِسیں رَست[5] جیوں
پٹے[6] بوند رس پھول چُو چُو پَرِیں[7]
مَھاوَت بھنور سُوار ہو کر پھرَیں
کِری کار[8] آنکھیں چلی مِل نگار
دِسیں روپ ہو کر سو جیوں تاڑ جھاڑ[9]

---

١ - قافیه ''سنوار'' اور ''ٹھاڑ'' - یہاں [ر] کے نیچے تین نقطے لگائے گئے هیں ٢ - هاتھی ٣ - متحرك، هلتے هوے ٤ - یه متحرك هاتھی (آم کے درخت) اپنے پھولوں جیسے سر، کان هلا رهے هیں ٥ - یہاں ''هست'' (هاتھی) بہتر قرأت هو گی - ''رست'' کے معنی راسته کے هیں اور شاعر ننھی کیریوں کو هاتھیوں کی گھنگرو مالا بتا رها هے - اس سے قبل وہ آم کے درختوں کو هاتھی سے تشبیه دے چکا هے ٦ - ڈھکے هوے ٧ - پڑیں ٨ - ؟ ٩ - ''نگار'' کے ساتھ ''جھاڑ'' قافیه کیا گیا هے - یہاں [ر] کے نیچے تین نقطے موجود هیں -

چلے ساج سوں روپ اونٹوں قطار
دِسیں آئے مِل جوڑ کر جھاڑ مار[1]
۵۳۵ چلے بہار[2] گھوڑیوں ہر ایک جنس جہار ٦٣/الف
ہوئے سُوار راوت[3] لگے پھل جو بار
سِروں[4] ، نالیَر[5] جھاڑ چھتریاں دَھرے
لگے نالیَر گھڑ[6] جیوں پُھندنے پَڑے
پَھنس[7] جھاڑ ہو آڑے بھوئی[8] سو جان
پکڑ پھل پَھنس (ہر) طرف کوزدان[9]
اُڑاویں محل دار[10] ہوکر رومال
دِسیں جھاڑ کیلے[11] پَون پان ہال[12]
اُڑیں روپ پَرچم ہو دِیسے نگار
دُولیں[13] باؤ لگ مِل کھجوروں کے جھاڑ ٦٣/ب

---

۱ - مار = ماڈ : ایك درخت ۲ - بہار ۳ - چھوٹے راجہ ٤ - سروں پر ٥ - ناریل کی یہ شکل اب تك گجراتی میں پائی جاتی ھے ٦ - جھنڈ ۷ - کٹھل ۸ - بھوی : زمین ۹ - کٹورے رکھنے کا بڑا برتن ۱۰ - پاسبان محل یا محل میں کام کرنے والا ملازم ۱۱ - ''کیلا'' لفظ اس بات کا ثبوت ھے کہ دکن میں اسکا عام مستعمل مترادف ''موز'' عبدل استعمال نہیں کر رہا ھے - غالباً یہ بعد کے زمانے کا لفظ ھے - نصرتی نے علی نامہ میں ''موز'' استعمال کیا ھے ۱۲ - ھل کر ۱۳ - ھلیں -

۵۴۰ کھڑے جوڑ تلوے[1] سو انبلیاں[2] کے جھاڑ
بَرَد[3] ڈاپ[4] آنکس پھلاں کے نگار
لنکی کاری[5] ہو کر سُرُو مِل چلے
پون لاگتے، ڈال نیزے ہلے
چلے پائیدل[6] ہر طرف یوں سو جان
اُڑیں پون لگ جھڑ پڑیں پھر جوپان
نلے[7] جھاڑ آتش دھرے بُھئی[8] سنوار
جھڑیں پھول بارے سو لگ کر انار
کیئے داکھ منڈھوے[9] اگن بیل بھر ٦٤/الف
دِسیں پان جھالاں[10] ہو پھل پھول جھڑ
۵۴۵ ہر ایک جھاڑ تل چھانہ سورج نشان
دھرے رات بن میں چندر جوت[11] جان
چلیا ساج کر یوں سو بن پت راو
ملیا جھاڑ لشکر ہر ایک جنس آؤ

---

۱ - جوڑ تلوے : پاؤں جوڑ کر ۲ - املیوں ۳ - پھل ؟
۴ - لوہے کی انی ۵ - لنکی کاری ہو کر : (لنک = ڈھیر، انبار - کاری : کرنے والا) = جھنڈ بنا کر ؟ ۶ - پیدل ۷ - ایک قسم کی آتش بازی ۸ - زمین ۹ - منڈھے ۱۰ - جھل : لپٹ
۱۱ - چندر جوت : ایک قسم کی آتشبازی ۔

در تعریف با تجمل خود پاے بوسی شاہ عالم پناہ آمد و خود را سر افراز ساختہ از تشریف خلعت مشرف شد

جہاں شاہِ عالم بَٹھے تھے ہَوا[1]
ہر ایک جھاڑ بَن روپ لا گیا نَوا ٦٤/ب
بسنت راؤ اُس تھان[2] اُتر آئے کر
ملیا شاہ سوں دھائے کر، پائے پر[3]
لیٹے باس باون پھولوں ہاتھ دھر
ہر ایک جھاڑ سر بھئیں[4] دھرے آئے کر
٥٥٠ بسنت راؤ مِل شاہ لایا کِنار[5]
کھڑا ساتھ لشکر ہر ایک روپ جھاڑ
بسنت راؤ کو شاہ فرمان ہو
ہَمن ٹھاؤں لشکر سوں مہمان ہو
بچھایا کَندوریاں[6] چمن آن کر ٦٥/الف
ہر ایک طَرف مخمل بھی زرباف بَھر
دھرے رتن آلے[7] سو جیوں تھال کر
ہر ایک طرف خوشبوئی پانی سو بھر

---

١ - ہوا کہاتے ٢ - جگہ، مقام ٣ - پاؤں پڑ کر ٤ - زمین
٥ - لایا کنار: بغلگیر ہوا ٦ - دسترخوان ٧ - تھالے -

هوے چاشنی گیر[1] مالی سجان[2]
بھریں لیائے تھالوں میں پانی سُکھان[3]
۵۵۵ کَھلا[4] کھان[5] ہر ایک یوں رَست[6] دھر
ہر ایک جھاڑ خوش ہو اُٹھے پیٹ بَھر
دیے آن تشریف[7] ہر ایک جھاڑ
قُماشاں[8] مڈھے[9] ڈالہ ہر ایک ٹھار ۶۵/ب
ہر ایک جھاڑ گل[10] میں رتن باہ[11] ہار
دِسیں ہر جنس ہو سو پھولوں نگار
ہر ایک ڈالہ ہاتھوں پَٹیاں پان[12] دھر
کھڑے جھاڑ ہو باغ مجلس میں بَھر
رکھے درمیاں کانسے[13] خوشبو سَنوار
بھرے حوض خانے کدم[14] ٹھار ٹھار
۵٦۰ دِسیں جھاڑ ڈالیاں سوں پرچھانہ یوں
سٹے ہر طرف ہاتھ کا پیاں میں جیوں
٭ ڈولے باؤ لگ یوں دِسیں درمیان ٦٦/الف
ہر ایک جھاڑ ہاتھوں لے خوشبوئی تان

---

* اشعار نمبر ۵٦۱، ۵٦۲ اور ۵٦۳ نسخہ س میں نہیں ہیں -

۱ - چکھنے والے ۲ - سمجھدار ۳ - سکھان (سُ + کھان): اچھا کھانا ۴ - کھلا کر ۵ - کھانا ٦ - قطار ۷ - خلعت ۸ - ریشمی کپڑا ۹ - مڑھا ۱۰ - گلا ۱۱ - ڈال ۱۲ - پان کے بیڑے ۱۳ - کاسے، پیالے ۱۴ - ایک قسم کی خوشبو -

والے حوض خانے گگن چھانہ پر
ہر ایک طَرف مل کر سرِج روپ دھر
دسیں روپ آنکھیاں زمیں جان یوں
سفیدی گگن ، سُرج دیدے ہیں جیوں
ہرایک جنس کے رنگ خوش بو بھرے
ڈولیں موج درمیاں جیوں دیدے بھرے
٥٦٥ پلک بال ہو جھاڑ دو رَست[١] مِل
دِسیں باؤ لگتے سو جیوں پلُک ہَل[٢] ٦٦/ب
یوں ہر ایک جِنس جھاڑ لشکر ملائے
کیے شاہ مہمانی بَن پَت رائے

---

١ ـ قطار ٢ ـ "مِل" اور "ہَل" قافیہ کیا ہے۔ دونوں پر اعراب لگے ہوے ہیں ـ قدیم اردو میں تلفظ "ہَلنا" ہی تھا ـ

در تعریف آنکه مشورت کرد شاه با بهار که از یك طرف من آراسته اهل خود در یك طرف تو با جمیع درختان آراسته

کَھیا شاہ سن راؤ بَن پَتّ یوں
دو نہوں[1] مل کریں آ بسنت کھیل جیوں
یَکس[2] طرف ہو راؤ مل کر توں جھاڑ
دُجیں[3] طرف میں ہو لے رانیاں سنگار
٦٧/الف کَھیا راؤ بَن پَت جو کچھ شہ رضائے
وہی حکم میں لیؤں ماتھے چڑھائے[4]
٥٧٠ اُدھر مِل بسنت راؤ جھاڑوں سنوار
اِدھر شاہ مِل ساتھ رانیاں نگار
ولیکن وُ رانیاں دِسیں روپ جھاڑ
ہر ایك جنس ہر طرف اپروپ نگار[5]
دِسیں روپ وَنْت[6] ہو سُو روپ بَہر
کیا روپ اُنہ دیکھ رَہ بھول کر

۱ - دونوں ۲ - ایك ۳ - دوسری ٤ - ماتھے چڑنا: بسر و چشم قبول کرنا ٥ - حسین، نادر ٦ - روپ ونت: روپ والی - =

کیاں ساج سنگار ہر ایک ٹھار
کیا پینہ سنگار اُنہ تن سنوار ٦٧/ب
پینھیاں سب زرائن[1] ہر ایک دھات[2] بھر
کہ یا پینہ آبھرن اُنہ آنگ زر
٥٧٥ ایسیاں سُندریاں سب مِلیاں ایک ٹھار
کہ یا روپ بَن میں ہر ایک رنگ جھاڑ
کندن جھاڑ ہو پھل رتن لگ جڑاؤ
ہر ایک جنس آبھرن نوے پان[3] لاؤ
کہ یا پان انگلیاں کُندن ڈال مِل
انگوٹھیاں رتن پھول ہر پان کِھل
سو مِل روپ تایت[4] بازو بند یوں ٦٨/الف
سونے جھاڑ ڈالھیاں کلیاں چھند[5] جیوں
جَناور رہے بھول ہر ایک ٹھار
ہر ایک جنس، ہر رنگ، ہر ایک جھاڑ
٥٨٠ رہے مور جوڑے ہوا سیس[6] پر
پھرے سُرخ آنکھیاں بَرَن[7] آئے کر

= یہاں ''روپ ونتا'' پڑھا جائے۔ ''روپ ونت'' پڑھنے سے مصرع ساقط الوزن ہو جائے گا۔

۱۔ زرکار ۲۔ قسم ۳۔ پتے ٤۔ تعویذ ٥۔ شکل، روپ
٦۔ سر ۷۔ رنگ۔

رہے رنپ راوے[1] ہو مل ناک آئے
رہیاں کویلاں ہو سبد پر نمائے
پھریں بھنور آ کر سو مکھ پھول پر
۶۸/ب پڑے بال کالے ہو ہر ایک دھر
دسے زیب گردن[2] سو یوں لا گئی
رہے بھول کر آئی جیوں فاختی[3]
ہو سرخاب جوڑا رہے بیٹھ تھان
دسیں روپ جوبن ہو دونھوں نشان
۵۸۵ پھکورتی[4] رہی ھو کمر آئے کر
رہے چال پر ہنس کنول پائے دھر
ہر ایک رنگ کسوت یوں ناریاں سنوار
دسے روپ پنجرے جیوں نوریاں نگار
۶۹/الف مدن روپ بچ شاہ کھیلیں بسنت
ہر ایک ساتھ ناریاں لے پھرتے یکنت[5]
مہک باس باون ہر ایک طرف بھر
سرک لوک، مرت لوک، پاتال دھر
کہ یوں شاہ کھیلیں سو نس دن بسنت
کریں روز نو روز ہر ایک پھنت[6]

---

۱ - طوطے ۲ - زیبائش گردن ۳ - فاختہ ٤ - بل کھانا؟ ٥ - ایکانت: تنہا، ایک طرف ٦ - پھنت (پنتھ): ریت، رسم و راہ -

در تعریف آں کہ شاہ عالم پناہ باتفاق بہار عیش کردہ، سال گرہ خود را آغاز نمودن کار میزوانی شروع کردند

۵۹۰ سو یوں کھیل کر شاہ نو روز آ
برس گانٹھ[۱] کر میزوانی[۲] گنا[۳] ۶۹/ب
کہوں میزوانی برس گانٹھ شاہ
جو ہر برس کر میزوانی نو ماہ
نہ ایسا سنیا شہ کو دیکھیا کدھر
جو ہر برس نو ماہ آنند کر
ھوا شاہ فرمان عالم اوپر
ہر ایک ملک، ہر دیپ[۴]، ہر شہر، گھر
بدیا ونت[۵]، جتا لوک عالم منجھار[۶]
ملو آئے کر بارگہ شہ تلھار[۷]
۵۹۵ سنوارے محل روپ ہر ایک ٹھار ۷۰/الف
دیے آن منڈپ، ہر ایک زہ[۸] تلھار
محل اونچ منڈپ سوں مل زیب یوں
بدل گگن کے تل رہے چھائے جیوں

---

۱ - سالگرہ ۲ - میزبانی ۳ - منانا، جشن کرنا ۴ - جزیرہ - ۵ - اھل فن ۶ - اندر، درمیان ۷ - تلے، نیچے ۸ - زہ (ع): چھجا -

شعرَ فن سب ملك میں ایك دهات
عشق ایك پرگٹ، چهپَن روپ بات ا
زباں روپ پرگٹ جو جس ملك کر
اُسی بچن سوں شاعری بول دهر (۱۰۱-۲۰۰)

اس کے بعد ابراهیم فن شعر کے بارے میں عبدل کو هدایات دیتا هے اور 'بچن' 'ارتهہ' کے باهمی ربط پر روشنی ڈالتے هوے اُبما' سخن اور عقل، تُـك اور سبد (شبد) کی گهرائیوں میں چلا جاتا هے ۔ تصنیف کا یه حصه ابراهیم کے اهم جمالیاتی تصورات کا حامل هے ۔ ظهوری کی سه نثر میں بهی ابراهیم کی نکته دانی کا وافر ثبوت ملتا هے۲ ۔ جس شخص نے « خفائی را ظهوری ساخته » اسی کی نکته سنجی نے عبدل کو فن شعر کے بارے میں ایك ایسی جمالیاتی فکر عطا کی جس کے سرشتے آریائی تہذیب میں دور تك پهیلے هوے هیں ۔ ابراهیم کے عهد کا عادل شاهی دربار فارسی اور فارسی شعرا کی موجودگی کے باوجود بنیادی طور پر هندوستانی جمالیاتی تصورات سے مملو تها ۔ اسی میں گرو اور چیلے سب

(۱) کتاب نورس میں ابراهیم نے اسی مضمون کو یوں باندها هے
ع بها کا نیاری نیاری، بهاؤ ایك، کها ترك، کها برهمن ۔
(۲) ابراهیم نامه میں بچن اور ارتهه کے بارے میں ابراهیم نے جو کچھ کہا هے اسکا مقابله کیجئے لفظ اور معنی کی بحث سے، (سه نثر ظهوری ص ۱۷ ، نولکشور ایڈیشن) ۔

وِلے اوِنچ ، منڈپ دِسیں یوں سو جان
مُحافے[1] ھو لَڑکیں گگن در میان
بتیاں موم کیاں یوں رھیاں روپ مِل
سُرِج چاند ھر ایک گگن جوت کِھل
بچھائے زمیں پر بُکا[2] مُشک آن
سو اس گرد کا رات دن ھو نشان[3] ۷۰/ب
۶۰۰ * سو اُنہ منڈپوں تَل جو آئے سنوار
بدیا وَنت اِیکس ایک تھیں خوب نگار
چَھپَن دیس کے سب کوئی لوگ آئے
سو شه بار باجیے آنند کے بجائے
دَمامے طبل جوڑ اوچے سُھاؤ
که جیوں ناد بَھر کر گگن جگ سناؤ

* نسخهٔ س میں یہاں سے صفحات کی ترتیب غلط ھے ۔ صفحه ۵۲ کے بعد صفحه ٥٤ کا متن ھے اور صفحه ۵۳ کا متن اس کے بعد درج ھے ۔

۱ ۔ میانے ۲ ۔ سفوف ، چورا (جواھرات کا چورا جس سے سونے کے زیورات صیقل کرتے ھیں) ۳ ۔ شاعر کہہ رھا ھے که " بکا " اور " مشک " بچھا دیے گئے ھیں ۔ دن . " بکا " (سفید چورا) کا نشان بن گیا اور رات ، مشک سیاہ کا ۔

دمامے دِسیں جوڑ ہر طَرَف یوں
پھر اکر[1] دھرے ہیں زمیں گگن جیوں
ہر ایک رنگ لکڑیاں دمامیوں اُوپر ۷۱/الف
دَھنک اِندر[2] چھا کر رہے گگن دَھر
۶۰۵ کہ یوں شاہ دربار باجے اَنند
کھڑے جوڑ گاین ہر ایک چھند چھند
کہیں مل جو قوّال ڈھاڑی[3] سو آئے
نورس[4]، بُدھ پرکاس[5] گاویں اُگھائے[6]
کہیں میرزادیاں[7] جو دَف زن پلھا[8]
نورس شاہ[9] آند[10] سَبَد سُوہلا[11]

---

* اشعار ۶۰۳ تا ۶۰۹ نسخہ س میں نہیں ہیں۔
۱ - الٹ کر ۲ - اندر دھنش : دھنک، قوس قزح ۳ - ڈھاڑی : دکن میں خاص طور پر مسلمان گویے ہوتے ہیں جو خوشی کے موقعوں پر مبارکبادی کے گیت گاتے ہیں ٤ - کتاب نورس (تصنیف ابراھیم علی عادل شاہ ثانی) ٥ - بدھ پرکاش : نام سے ظاھر ہوتا ھے کہ یہ بھی ابراھیم کی کتاب نورس کی طرح کوئی گیتوں پر مشتمل تصنیف ہوگی، جس کے گیت دربار میں گائے جاتے ہوں گے۔ (دیکھیئے مقدمہ) ٦ - اگھانا : چھکنا، سیر ہونا ۷ - میر زادیاں : مسلمان رقاصائیں ۸ - پلھانا : بجانا ۹ - نورس شاہ : ابراھیم علی عادل شاہ ثانی کا لقب (لفظ "نورس" کا اطلاق خود اسکی ذات پر) ۱۰ - آنند : خوشی ۱۱ - سوھلا (سہیلا) : خوشی کے گیت جو شادی یا سالگرہ کے موقوں پر =

کہیں پاتراں[1] آ کھڑیاں ٹھار ٹھار
هر ایک جنس ، هر روپ آیاں سنوار ۷۱/ب
هر ایک ملك کیاں هر وضع ساج کر
هر ایک دهات ، هر ایک جنس باج کر[2]

= گائے جاتے تھے - علی عادل شاہ ثانی کی کلیات میں اس قسم کے گیت موجود ھیں - ممکن ھے ابراهیم نے بھی لکھے ھوں -

۱ - رقاصائیں ۲ - باجے لے کر .

در تعریف کہ برائے میزوانی جمع شدہ اند
پائے کوبان ہر یک وضع

٦١٠ * کوئی بالوں درمیان یوں مانگ چیر
دِسے جیوں کسوٹی میں سونے کی کیر[1]
کہ یا تار زر جیوں سُہاوں دکھائے
پڑیا سیاہ ریشم کے درمیان آئے
در تعریف جوڑہ[2]
کوئی باندھ جوڑا دِسے یوں نمائے ٧٢/الف
سونے کے سَرُو پر بیٹھا مور آئے
کہ یا بَیس[3] کویل جو شمشاد پر
پکڑ پھول گل لعل مکھ چونچ کر
در تعریف کا کل موی
کوئی گوند چوٹی لگی پیٹھ آئے
کندن کھاپ[4] تَرخیا[5] جیوں درمیاں سُہائے
٦١٥ کہ یا کھاپ سونے چڑھیا ناگ سیاہ
اُچھل جائے پکڑیا سو پھن سِیس ماہ

---

* نسخۂ س میں شعر نمبر ٦١٢ ، ٦١٣ سے قبل درج ہے ، جو تسلسل کے لحاظ سے غلط ہے ۔

١ ۔ لکیر ٢ ۔ س میں یہ عنوان نہیں ہے ٣ ۔ بیٹھ ٤ ۔ ٹکڑا
٥ ۔ ترخنا : تڑخنا یا ترقنا ، پھٹنا ۔

۷۲/ب
کوئی رکھ جڑت سیس پھول[1] سیس بال
رَھیا جیوں مُشک رَاس[2] پر آئے لال
کہ یا رات کی کوٹھری درمیاں
رکھیا لائے دِیوا سو سِیس پھول جان

در تعریف پیشانی و ٹیلہ جڑت[4]

کوئی جَڑت ٹیلا پَشانی میں لائے
کھڑا سُورج جیوں صُبح میدان آئے
عجب ٹوٹ بجلی پڑی چاند میان
دِسے خوئے بوند مکھ ہو گرمی نشان

۷۳/الف
در تعریف ٹیلہ مشک

۶۲۰ کوئی مُشک ٹیلا[5] پیشانی میں دَھر
پڑے چاند بِیچ جیوں سیاھی نظر
کہ یا مُشک ٹیلا بَھنور روپ جان
رھیا تھرک دو کنول انکھیوں کے میان

در تعریف مکر بینی[6]

کوئی زیب موتی سو مُکرا[7] ھَلے
سونے تھالَ درمیان جیوں پارا ڈھلے

---

۱ - سرکا زیور ۲ - راشی : ڈھیر ۳ - ٹیکا ٤ - جڑاو-س میں «حرجڑت» ھے ۵ - مشک ٹیلا : زعفرانی یا سیاہ ٹیکہ جو ماتھے پر لگایا جاتا ھے ٦ - ناک کا بلاق ۷ - مکھڑا -

کہ یا نانک[1] دیوا[2] ہے، مکھ جوت جان
جھڑے پھول مُکرا ہو دِستا عیان ۷۳/ب

در تعریف دودۂ چشم

کوئی آنکھ کا جل جو سُو گیاں[3] سوں کر
سَپَڑک[4] بال میں جیوں مُوئلے دو پَر
۶۲۵ کہ یا آنکھ تیزی دو پتلیاں ہو سُوار
پھراویں چنچل آنکھ سُو گیا سو مار

در تعریف تان ور گوش[5]

کوئی کان کھونٹیاں[6] جڑت پینہ آئے
بیٹھا چاند دو سُرج کے چاک[7] لائے
کہ یا وُاڈئی بال[8] بادل منجھار ۷۴/الف
کہ چیں چوکے[9] دو[10] مُوتی مل کر ستار[11]

در تعریف لب و لعلی برگ[12]

کوئی مکھ اَدھر پر سو لعلی[13] دھری
رکھے آرسی بیچ کنول پنکھڑی

---

۱ - ناک (انفی) ۲ - دیا ۳ - کاجل کی لکیر ٤ - پھنس گیا
٥ - کان کا زیور ٦ - کان کا زیور ۷ - پہیا ۸ - واڈی بال: چھوٹے بچوں کے بالوں کو پھولوں سے سجانے کی ایک رسم ۹ - چوکے: کیلیں ۱۰ - اصل «د» ۱۱ - ستارے ۱۲ - لعل برگ: پان کی لالی - ۱۳ - لالی، سرخی -

کہ یا اَدکِھیلیا[1] پھول جَاسُون[2] لیائے
رکھیا خُرشؔ[3] کافور پر آن لائے

در تعریف رنگ سیاہ دندان[4]

کوئی دانت کالے دِسیں یوں نگار
کنول پھول میں جیوں پچھے[5] بَھنورھار[6] ٧٤/ب
کہ یا دانت لیلم جھمک رنگ جڑے
سُرنگی[7] رَتَن کے پیالے بَھرے

در تعریف گلوئے تسبیح مروارید

کوئی پینہ گل میں موتیوں ھار لڑ
رتن لال مَانِک بہت مول جڑ
دِسے میان رَوماوَلی روپ یوں
رکھیا عِشق ھستی[8] نے سونڈ لائے جیوں
کہ یا پی سو کُنڈ پانی سٹ آنگ دھار
لگی بوند موتی ھو گل میں سو ھار ٧٥/الف

در تعریف دست و لٹکن

کوئی کالے لٹکن سو پھندنے دَھرے
کنول پھول پر آ بھنور جیوں تِھرے[9]
کہ یا پنکھڑیوں پر دھرے نگ جڑاؤ
دسیں لعل مَھدِی[10] ھو رُوپُوں سُہاو

---

۱ ۔۔ ادکِھلا ۲ ۔۔ گڑھل ، جاوا (فاربس) ۳ ۔۔ بڑا موتی یا رتن ۔
٤ ۔۔ س میں « سیاہ مسی دندان » ھے ٥ ۔۔ پچھنا : پوشیدہ ھونا ۔
٦ ۔۔ بھنورھار : بھنوروں کی قطار ۷ ۔۔ خوب صورت ۸ ۔۔ ھاتھی ۔
۹ ۔۔ تھرنا : ٹھہرنا ، قیام کرنا ۱۰ ۔۔ مینھدی ۔۔

در تعریف پستان

کوئی آ کھڑیاں ر(ہ)[1] سو نوجوبنیاں[2]
حُسَن حوض مین جیوں کنول دو لگیاں
کہ یا زیب سینا صَدَر عشق کا ٧٥/ب
رکھے پھول دو ڈھک مہر مُشک کا

در تعریف کمر و زر کمر[3]

کوں روپ تختی[4] سُہے درمیان
نہ دستا کہین بچ کمر کا نشان
کہ یا اُس کمر پر نہ ہے زَر کمر
پلیٹیا[5] سو ایک بال کو تارِ زر

در تعریف ساق پائے و رفتار

کوئی آ کھڑیاں ہیں سُودے جَنگ[6] بہار[7]
لگا اُوٹ[8] میں کُنبھ[9] ہستی[10] دو تھار ٧٦/الف
کہ یا کھانپ[11] اُلٹی دو کیلے کی لائے
رکھے پھول کنولوں اوپر جیوں سُہائے

---

۱ - اضافہ مرتب - س میں [ر] بھی نہیں ہے ۲ - نئے جوبن والیاں ۳ - کمرپٹہ ٤ - تختی : سینہ، چھاتی (آصفیہ) ۵ - لپیٹا ٦ - جنگ: جانگھ، ران ۷ - بہار : بھاری، موٹے ۸ - آڑ ۹ - ۱۰ - کنبھ ہستی : ھاتھی کے ماتھے کی گولائی لئے بالائی حصہ ۱۱ - کیلے کی کھانپ : جڑ، تنا (پلیٹس) -

در تعریف پائے و [1] آواز گھونگھرو

کوئی باندھ گھوگھرو جڑت روپ یوں
کہ ہوں ناد بجنا او نہ پاؤں جیوں

کہ یا و جڑت کے سو بہنوریوں کے ہار
کریں ناد پھر پھر کنول چرن [2] تہار

* تعریف تمام پائے کوباں خوشبوی معطر کردہ جمیع

٦٤٥ ** کوئی اونٹ [3] صندل کوئی مشک کر ٧٦/ب
کوئی عنبر، کوئی زعفراں خاص دھر

کوئی تیل یا باس پرمل [4] اگھاؤ [5]
چلیا اسے سو عالم میں مہکار باؤ

کوئی پھول ابھرن [6] کیا سب سنگار
رھیا باس بھر کر، سو رنگ بھوم [7] تہار

یہیں پینہ ابھرن کھڑیا دھات دھات
ھر ایک چاند ٹولی ستارے سنگھات

* یہ عنوان نسخۂ س میں نہیں ھے۔
** یہ شعر نسخۂ س میں نہیں ھے۔
١ ۔ س میں « پائے و » نہیں ھے ٢ ۔ پاؤں کو کنول کے پھول سے تشبیہ دی جاتی ھے ٣ ۔ مل کر ٤ ۔ خوشبو، خوشبودار چیز ٥ ۔ اگھانا: بھرپور ھونا ٦ ۔ پھول ابھرن: پھولوں کا زیور ٧ ۔ رنگ بھومی: اسٹیج ۔

کہ یاشہ سُرِج چاند لشکر مِلائے
بیٹھے رنگ کی بھوم پر وُ سوجائے ۷۷/الف
جوڑ یا آئے سب ناچنے مِیل کر
بِدِیاونت یکس ایک تِھیں خوب تر[1]
کوئی لے ڈنڈے[2] ہاتھ الا پے نگار
عجب چاند، کویل زباں مِل پکار
کوئی لے تنبورا[3] جو سُر دَین ہار[4]
بھولیا ناگ جیوں کاڑ پھن ناد تھار
کوئی تال لے ہاتھ دو نھوُن بجائے
عجب کنول میں چاند دو نانچ آے
اِسی جِنس سب تَنَت[5] وِ تَنُت[6] بھید بھر ۷۷/ب
گھن[7] ہوُر سُو سَر[8] چارو مِل کر ہنر
رکھی آن بھی جامونی[9] درمیان
زبان سو تو اُپما[10] نہ آوے بکھان

---

۱ - دونوں نسخوں میں اصل « جور » ھے لیکن یہ « کر » کے ساتھ قافیہ نہیں کیا جاسکتا ۲ - راس نرتیہ (ناچ) میں استعمال کی جانے والی چھوٹی لکڑیاں ۳ - معرب طنبور، طنبورہ - ٤ - سُر دینے والا ٥ - تنت : تار کا باجا ٦ - وتنت : چمڑا منڈھا ھوا باجا ۷ - گھن : دھات کا بنا ھوا باجا ۸ - سُوشِر : منہ سے بجنے والا باجا (ھوا باجا) ۹ - جامونی = یامنی = بجلی ۱۰ - تشبیہ

رنگے ہوے تھے - اور یہ فیضان تھا اس ذات گرامی کا جو بقول عبدل، استاد بھی تھا اور جگت گرو بھی اور بقول ظہوری ع

ادب در پیشگاہش پیشکارے

دراصل ابراہیم نامہ 'شاہ استاد' کی شان میں ایک طویل قصیدہ ہے جو بہ شکل مثنوی لکھا گیا ہے - اس کا موضوع خود 'شاہ دکن' کی ذات گرامی ہے - اس کا شہر' اس کا قلعہ، اس کا لشکر، اس کا عدل' اس کی سخاوت، اس کی ادب نوازی اور اس کی بزم آرائی - یہ کوئی تاریخی مثنوی نہیں ہے لیکن اس میں ابراہیم کی شخصیت کا جو نقش ابھرتا ہے اس میں تاریخی صداقتیں جلوہ گر ہیں - نصرتی کا علی نامہ (جس کا محرك غالبا یہی ابراہیم نامہ ہوگا) کے برعکس یہ ایك بزمیہ مثنوی ہے - یہ حقیقت بھی ہے کہ ابراہیم کی دفاع سلطنت کے سلسلے کی بعض معرکہ آرائیوں کے باوجود اس کی زندگی میں رزم پر بزم کو فوقیت حاصل تھی - وہ بنیادی طور پر طاوس و رباب کا انسان تھا - اس کی کتاب نورس میں شمشیر وسناں کا ذکر کہیں نہیں ملتا - ملتے ہیں تو موتی خان (طنبورا)، آتش خان (سواری خاص کا ھاتھی)، چاند بی بی ملکہ جہاں (ملکہ اور محبوبہ) اور گنپتی اور سرستی (سرسوتی) - ایك جذبۂ بے اختیاری میں وہ اپنے مسالك کے بارے میں کہہ بھی گیا ہے :

کہ یا جامونی وُ نہ بادل دکھانے

پکڑ شہ سُرج آڑ مل چاند آنے

ایکا ایک نکلیاں جو اُس دوڑ کر

جھمک بجلیاں جیوں گگن پھوڑ کر

کھڑیاں آنے کر رنگ بھوم[1] کے میدان

٧٨/الف پکڑ پھول تارے سو انجل درمیان

پڑھیں پُہپ[2] اِشلوک[3] بھی پھول دھر

اڑیں ٹولی جِگنے[4] سو جیوں کنول گھر

٦٦٠ تر استہان[5] تھے سب اٹھیاں لے آلاپ

ملا نابھ[6] سینا گلا ایک تھاپ

اُوھاں[7] تھے سناوے بھی سُرسات دھات[8]

ملا کر تو باوِیس سُرتیاں[9] سنگھات

* کریں راگ آلاپ ایک ایک دکھاے

چھتِس راگنیاں راگ چھ سوں ملاے

٧٨/ب ** یہیں راگ ھور راگنیاں کہہ ملانے

اوّل آے ناماں ولے تو دکھاے[10]

---

١ - اسٹیج ٢ - پھول ٣ - شعر، مدحیہ اشعار ٤ - جگنو
٥ - تین استھانوں سے (موسیقی کی اصطلاح) ٦ - نابھ: ناف
٧ - وھاں ٨ - سات سرا (موسیقی) ٩ - بائیس سر تیاں (موسیقی)
١٠ - پہلے وہ راگ کے نام لیتی ھیں اور پھر اسے دکھاتی ھیں
* نسخہ س میں اس شعر کا مصرع ثانی نہیں ھے۔
** یہ شعر «س» میں نہیں ھے۔

اوگھٹ[1] کال[2] سوں تال لے بھید[3] دھر
دُورَت[4] لگھو گرو[5] ہور پُلت[6] ایک کر
665 دکھاویں گرونجی[7] بھی بنگالی بھاؤ[8]
بہُت روپ کے نانچ ہر جنس لاؤ
یملا تال منڈل[9] کلا ایک بندھ
جمیا سنج[10] سوں کچھ نہ دستا ہے سَندھ[11]
بِرَس[12] نیم[13] اس میں بھی دونھوں دکھائے
کھویں[14] اِنگ[15] دِستے سو دُونھوں بوجھائے 79/الف
سِرو بھید چو سٹھ جو ھستک کے چھندھ
گستان سات دکھلا جو کُوچت کے بندھ

---

۱ - اوگھٹ: کھول کر ۲ - کال: موسیقی کی اصطلاح، سم اور تال کے درمیان کا وقفہ ۳ - لَے بھید: لَے کے فرق ٤ - دورت: آدھی ماترا (اصطلاح موسیقی) ٥ - لگھو گرو: علم عروض کی اصطلاح میں چھوٹی ماترا کو «لگھ» کہتے ھیں اور بڑی ماترا کو «گُر» ان کا اطلاق موسیقی پر بھی ھوتا ھے - ٦ - پلت: تین ماترائیں (گانے والیوں کے بارے میں عبدل کہہ رہا ھے کہ وہ اپنا گانا کبھی تال سے کبھی کال (وقفہ، خالی) سے اور درت لگھو گرو، اور پلت کے اختلافات کو اجاگر کرتی جاتی تھیں) ۷ - گروجی (انفی): گانے والیوں کے استاد ۸ - بنگالی بھاؤ: رقص کا ایک انداز ۹ - تال منڈل: ایک قسم کا باجا ۱۰ - توازن - ۱۱ - رخنہ ۱۲ - اصطلاح موسیقی ۱۳ - ضابطۂ موسیقی ۱٤ - کھویں - ۱٥ - اصطلاحِ موسیقی -

لوین[1] لاك مشكل بهت دور[2] سوں
نه رنبها[3] سکے اندر تس جور[4] سوں
پهریں آئے[5] کر جب ترپ[5] کاس[6] گهال[7]
جهمك بجلیاں جیوں سو کرتیاں اوجال[8]
نه لے کرسکے کوئی ایسا گوهار[9]
لوین کو سبها اندر سو دیکه هار
ولیکن اندر شاه کیوں سر کروں ٧٩/ب
هیرا هور پهٹك[10] کیوں برابر دهروں
اندر تو چهپا جان پڑتا نظر
هو شه روپ پرگٹ جگت دادگر
اندر بادشه هو رهیا سرك تهار
سوشه راج کرتے زمیں آشکار
اندر ایك هستی[11] رهیا دهر پیار
کهڑے شاه دربار ویسے هزار

---

۱ -- لیویں ۲ -- چکر ، گهیرا ۳ -- اندر کی سبها کی رقاصه ٤ -- جوڑ ٥ -- ترپ : رقص میں کود کر ایك جگه سے دوسری جگه جانا اور پهر کود کر واپس آجانا ، ناچ کا ایك بهاؤ ٦ -- کاس = کاچه : کچه ساڑهی ۷ -- گهالنا : ڈالنا ، پهننا ۸ -- اجالا ۹ -- چکر ۱۰ -- پهٹکری ۱۱ -- هاتهی (ان اشعار میں ابراهیم کا اور اندر کا مقابله کیا هے) ـ

اندر لوگ بولیں سَہس آنکھ[1] جان
نظر شاہ آنکھیوں نہ کچھ گننت[2] گیان ۸۰/الف
اندر ایک آنبراوتی[3] رَہن ٹھار
بِدیا پور نگر شہ ویسے چَھپ[4] ہزار
اندر رَہن کا ٹھار سونے پہاڑ
محل شاہ نورس رَتَن ڈِھگ[5] نگار
اندر دوئے[6] گاین[7] نارَد[8] تونْب[9] شمار
سو شہ پاس گاین ویسے نو ہزار
اندر ایک پاتَر[10] رَنبھا نام دار
ویسیاں لاکھوں ناچیں سو شہ کے دُوار
سو ایوں[11] اندر ہور شاہ کیوں سَر کروں[12] ۸۰/ب
گگن ہُور زمیں کیوں مِلا کر دَھروں
اسی جِنس سب میزوانی جشَن
نہ آوے زَبان کر سو مجلس کَہن[13]
جو کچھ یک گھڑی خرچ شہ آنند کاج[14]
سو باقی کرین جَرم[15] لگ خرچ راج[16]

---

۱ -- روایت کہ اندر کی ہزار آنکھین ہیں ۲ -- شمار ۳ -- اندر کے رہنے کا مقام، اندر پوری یا اندر لوک ۴ -- چھپی ہوئی ہیں -- ۵ -- ڈھیر ۶ -- دو ۷ -- گانے والیاں ۸ -- بین (نارد رشی جو بین کے موجد تھے) ۹ -- تومڑی (باجا). ۱۰ -- رقاصہ ۱۱ -- ایوں: یوں (دکنی اردو میں «ی» اور «ا» تبدیل پذیر ہیں) ۱۲ -- سر کرنا: برابر کرنا، ہمسر کرنا -- ۱۳ -- کہنے ہیں ۱۴ -- جشن ۱۵ -- عمر بھر، ہمیشہ ۱۶ -- راجہ --

سدا کال یوں توں بَرس گانٹھ[1] کر
سو ہر سال، ہر ماس[2] یوں گنت[3] دھر
٦٨٥ نِمیس[4] مانس[5] جیو[6] بَرَس ہو پلک[7] مِن[8]
پَلَک ساٹھ ملیوں گھڑی ایک گِن ٨١/الف
سو وِیسیاں کھڑیاں ساٹھ دن رات بَھر
پنَسا سُو[9] بَرس شه تو یوں راج کر

---

١ -- سالگرہ ٢ -- مہینہ ٣ -- شمار، گنتی ٤ -- نمش: پلک جھپکنے کا وقت ٥ -- مہینہ ٦ -- جیوں ٧ -- پلک، پل ٨ -- میں -- ٩ -- پچاسوں -- عبدل کا یہ انداز دعائیہ غالب سے کسقدر ملتا جلتا ہے:

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

در تواریخ ختم کتاب ابراهیم نامه

شهور سنه ۱۰۱۲

تو «عبدل» کیتی[1] مفت کرشه بیاں
رهی هے سو بھر کر زمین آسماں
سو شه صفت بھر رہ اُجل رنگ هو
رهے چھائی ترلوك کے سنگ هو[2]
گگن صفت بھر سب چوں میگھ دهار
پڑے آے دریا میں سیپوں منجهار ٨١/ب
اُو مج روپ موتی اُجل تس ستهیں[3]
هوا کھیر[4] سمندور[5] برن[6] تس ستهیں
وهی روپ کیرت[7] گئی جو پتال
هوا رنگ باسوك[8] اُجل جاسو کال[9]

---

۱ ۔۔ اصل « عبدالکیتے » یه مرکب هے [عبدل + کیتی] کا ۔۔ اس کی غلط قرات کی بناء پر عبدل کے پورے نام کے بارے میں غلط فهمی پیدا هو گئی هے اور اسے بعض محققین نے عبد الغنی قرار دیا هے (تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے مقدمه) ۲ ۔۔ اس شعر سے عبدل ابراهیم کی « صفت » اور اس کے استعارۃ « اجلے رنگ » کا تذکرہ کرتا هے اور کائنات کی تمام سفیدی کا ماخذ اسی کو سمجھتا هے ۔ ۳ ۔ ستهیں = ستی = سے ٤ ۔۔ دودهیا ، سفید ٥ ۔۔ سمندر ٦ ۔۔ رنگ ۷ ۔ شهرت ۸ ۔۔ وہ ناگ جس کے پھن پر زمین قایم هے ۔ ناگ راج ۹ ۔۔ وقت ۔۔ اصل « کار » جو « پتال » کے ساتھ قافیه نهیں کیا جاسکتا ۔

زمین روپ بھر رہ وہی صفت مِل
کلیاں پھول اُجلیاں اُسی چھانبہ کِھل
سنے شہ صفت کی کہانی یوں کان
کہی جائے کر جیو[1] سوں تِس نشان
۸۲/الف نہ سن رہ سکیا جیو عقل کو بلاؤ
سو اس شاہ کو بیگ توں مجھ ملاؤ
۶۹۵ عقل نے کہیا جیو توں دِھیر[2] رہ
زباں ناؤں ہے جان مجھ میت کہہ
زبا(ں) ہے سو کِیلی[3] عقل گنج جان
رَتن بول لے جُو نہرِی ہو سُو کان
کَہیں باج تو کوئی جانے نہ بات
سُنے باج تو کوئی بوجھے نہ دھات
کَنچن[4] بان بارہ[5] تو نِرمَل[6] اَہے
۸۲/ب و لیکن کَسے باج[7] نہ کچھ لہَسے[8]
نہ بِن اگن مہکار لوبان باس
نہ بِن گھاو[9] ٹھنکار باجے جو تاس[10]

---

۱ ۔ دل ، جی ۲ ۔ صبر ، ہمت ۳ ۔ کنجی ، کلید ٤ ۔ سونا
٥ ۔ کھرا ، خالص (بارہ بان کا سونا زر خالص کہا جاتا ہے)
٦ ۔ خالص ۷ ۔ کسے باج : کسے بغیر ۸ ۔ لے ۹ ۔ ضرب ، چوٹ ۱۰ ۔ گھنٹہ ۔

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

جِتا کچھ عَقل ھُور فہم فکر آن
نہ بِن بَچَن بُولیں دِسے اُس نشان

عَقل جا زباں کو سو آنیاں بُلائے
کہیَا جیو کی بات تِس کو بُوجھائے

قِصَا سب صفت شاہ کا کر بکھان
عَقل نے کِیا سب زباں سوں بیان

زباں نے سنیا شہ صفت بے نہات[1] ۸۳/الف
کِتا فہم بَچُن میرا کرِوں میں سو بات؟

بَچَن مجھ ھے یک بوند شہ کَن[2] سمُند
کہاں جائے دیکھیا سو دریا میں بُند[3]

صفت شاہ ڈوگھر[4] جیوں اونچا سُہائے
بَچَن موجھ چیونٹی[5] سو کیوں کر چڑھائے

ولیکن ھوئی ھُوس[6] موگی[7] کوں آئے
صفت شاہ پَربت کے رہ پاس جائے

سو شہ خاصلت[8] ھے تو ھیرے سمان
کرے پاس[9] کنکری اپس سے جو آن ۸۲/ب

---

۱ -- بے نہایت ۲ -- پاس (کنے) ۳ -- اصل «بوند» ٤ -- پہاڑ -
۵ -- چیونٹی ٦ -- خواھش (ھوس کا تلفظ) ۷ -- موگی: چیونٹی -
۸ -- خصلت ۹ -- پاس کرنا: پاس آنا -

سُو آمِیان بیٹھے جَڑت نَو رَتَن
اَدِھك مول ھو پاچ یاقوت[1] کَن
۷۱۰ یَہیں مجھ بچن شعر شہ صفت مِل
کہ جیوں باس ھور پھول رہ جَگَت کِھل
نہ یو پھول کَدھیں جائیں کمھلائے سڑ[2]
رھیں باغ عالم میں نِت باس بھر
بچن پھول گوند یوں ابراھیم نام
کیا سَہَس پر برس بارہ تمام[3]
خدا یا تو « عبدل » بچن پھول کر
بھنور[4] عارفوں چت[5] سو مقبول کر

---

۱ ۔۔ اصل « یعقوت » ۲ ۔۔ اس لفظ میں [ر] کے نیچے تین نقطہ لگائے گئے ھیں ، ھر چند یہ « بھر » کے ساتھہ قافیہ کیا گیا ھے ۔
۳ ۔۔ تاریخ تصنیف ابراھیم نامہ ۱۰۱۲ (سنہ شھور) ٤ ۔۔ بھونرے ۔
٥ ۔۔ دل ۔

اس جگ میں دو کچھ لیجیے
ایک تنبورا ایک کامنی کیجیے

(اس جگ میں بس دو چیزیں چاھئیں ، ایک طنبورا اور دوسری ایک حسینہ)

ممدوح : ابراھیم عادل شاہ ثانی

عبدل کا ممدوح خاندان عادل شاھی کا چھٹا فرماں روا ، محمد قلی قطب شاہ اور اکبر و جہانگیر کا ھم عصر ، ابراھیم علی عادل شاہ ثانی ھے ، جس نے (۹۸۸ تا ۱۰۳۷ ھ / ۱۵۸۰ تا ۱۶۲۷ ء) نہایت جاہ و حشم کے ساتھ حکمرانی کی ھے ۔ ابراھیم نامہ میں عبدل اُسے شہ ابراھیم ، شاہ استاد ، شاہ نورس شاہ عالم ، عالم پناہ ، شہ دکھن اور جگت گرو کے ناموں اور القاب سے یاد کرتا ھے ۔ ابراھیم نو سال کی عمر میں اپنے چچا علی عادل شاہ اول کے انتقال پر سنہ ۱۵۸۰ ء میں بیجاپور کے تخت پر بیٹھا ۔ کم سنی کی وجہ سے سنہ ۱۵۹۰ ء تک وہ چار متولیان سلطنت ، کامل خاں ' کشور خاں ، اخلاص خاں اور دلاور خاں کا تختۂ مشق بنا رھا ۔ اس کی ابتدائی تربیت اس کی چچی ، احمد نگر کی مشہور شہزادی اور زوجہ علی عادل شاہ اول ، چاند بی بی سلطان کے زیر نگرانی ھوئی ، جس سے اسے والہانہ عقیدت تھی اور جس کی تعریف میں اس نے ایک طویل نظم بھی لکھی ھے ۔ جیسا کہ مذکور ھوچکا ھے اپنی حکومت کے ابتدائی دس گیارہ سال تک وہ مختلف متولیان کے رحم وکرم پر رھا

فہرست الفاظ ابراہیم نامہ

(یہ فہرست صرف ان الفاظ پر مشتمل ھے جو صوتیاتی یا معنیاتی اعتبار سے قدیم اردو سے مخصوص ھیں - ھر لفظ کے سامنے شعر کا نمبر درج ھے جہاں وہ پہلی بار استعمال ھوا ھے - لفظ کے معنی اسی صفحے پر فٹ نوٹ میں دیے گئے ھیں) -

(الف)

آبھال	٤٣٦
آبھرن	٤٥١
آپار	٢٠٠
آپروپ	٣٤١
آپس	١٥
اُپما	٧٠
آت	١٢٨
اُتنک	٤٨٨
آتھا	٧٢
اُجل	٣٧٠
اُجل بیڑا	٢٧٥
آجھنو	١٦٥
آچپل (تیز)	٣٠٧
آچپل (گھوڑا)	٤٥٠
آدِشٹ	٢٠٦
آدھار	٤٧١
آدِھک	١٢٨
اُڈان	٤
آرابا	٢٢٦
آرتھ	١٤٤
آرسا	٣١٩
آرھتھ	١١٧
اُسپت	٣٠١
آسوار	١٣
آکھنڈ	٤١١
آکھی	٤٩٩
آگت	٣٠٠

آ گتّلا ٤٦٠
آ گس ١٧١
آ گن ٣١٥
اُگھانا ٦٠٦
آلا (تھالا) ٥٥٣
آلا (اعلیٰ) ٤٨٢
اُلاس ١١٧
آ لگیا ٢٧٣
آ مولک ١
آ نا ِچت ٤٦٢
آ نبراوتی ٦٧٧
انبلی ٥٤٠
آنجھو ٢٥١
آند ٦٠٧
اندھکار ٤٣٢
اندھیار ٤٢٨
آنکُس ٤٤٨
آنگ ٦٣٤
آ نگولی ٥٠٨
آنسا ١٥
اُنہہ ٩٦٩
اوِتار ٢٧٣
اوجال ٦٧٠
اوجیال ٢٦٥
اوگھٹ ٦٢٤
اونُہا ٢٦٣
اوھاں ٦٦١
اُوھے ١٩٩
آھے ٥٠٩
اِیکٹ ٣٧
اِیکاایک ٦٥٧
اِیکس ٢٠٦
اِیکس ایک ٣٧٩
اِیوں ٦٨١

(ب)

باج (بغیر) ٦٩٧
باج (باجا) ٦٠٩
بار ٤١

بارا ٤٢١
باسوك ٤٢٢
باگلُی ٤٣٦
بان باره ٦٩٨
باندنا ١٠
باؤ ٤٧٧
باول ٤٩٦
باویس ٦٦١
باهنا ٢٢
بِت ٣٠٠
بِجّ ١١٨
بَجن باجنا ٢٤٣
بَجنتر ٢٩٦
بِچّ ١١٨
بچن ٦٩
بُدھّ ٧٥
بُدھ پرکاش (نام کتاب) ٦٠٦
بِدھیا (بدیاپور) ٢٥٧
بِدیالچمیں ٨٥
بِدیاوَنت ٢٦٩
بَرد (ایك پھل ؟) ٥٤٠
بِرَس (اصطلاح موسیقی) ٦٦٧
بَرس گانٹھ ٥٩٠
بَرمنڈ ١٧٦
برمنڈھ ٤٠٨
بَرَن ١٦٧
بُکا ٢٦٣
بَل (نام راجه) ٢٠٠
بَل (باعث) ٣٩٠
بَلِك ٥١
بن پت راؤ ٥٤٦
بُند ٣٢
بنگالی بھاؤ ٦٦٥
بوٹ ٣٦٤
بوجھن هار ١١١
بور ٤٥٢
بهار ٦٤١
بھاگونت ٢٥٩

بھال دار ٥٢١
بھانگ ١٤٧
بھاؤ ٣٥٥
بِہشت ٢٣٨
بُھلنا ٣
بَھَنوَر (بھنورا) ٦٣٠
بھوتیک ١١
بھوتیکے ٢٨٧
بھوتو ٣٩٧
بھور ٣
بھوئی ٥٣٧
بھی ٣٣
بُھئیں ٤١١
بَہیا ٣١٤
بھید (فرق) ٦٦٤
بھیدک ٢٨٨
بیسنا ٦١٣
بَینُجانی ٣٦٩
بے نہات ٧٠٣

(پ)

پاچ ١١١
پاتر ٢٧٢
پان (پتّہ) ٤
پانکھ ٢١٦
پاؤ توڈر ٤٤٣
پاؤلی ١٠٦
پائیدل ٥٤٢
پٹولی ٢٧٥
پٹیاں پان (بیڑے) ٥٥٨
پَچ مکھ ٢١٢
پِچھاننا ١١٠
پَدَک ٥٢
پرتاپ ١٨٧
پَردار ٤٢
پَردھان ٥١٨
پَرَس (پارس) ٩١
پرکاس ١٥٥
پرکٹ ٧

پرمل ٦٤٦
پلت ٦٦٤
پلہانا ٦٠٧
پلہار ٢١٦
پلیٹنا ٦٤٠
پنچ کلیان ٤٥٣
پِنڈ ١٩٩
پنساسو ٦٨٦
پور ٣٦٧
پُورَن ٣٥
پَورَن کلا ١٦٤
پوکراج ٣٦٤
پَوَن ٣٥٨
پونچ ١٤٨
پونگڑا ٢٢
پُھپ ٦٥٩
پھَٹک ٦٧٢
پَھکڑی ٢
پھکورتی (؟) ٥٨٥
پَھنت ٥٢٠
پَھنس ٥٣٧

(ت)

تاس ٢٢٢
تال منڈل ٦٦٦
تایت (تعویذ) ٥٧٨
تَپند ٤٦٥
تِجا ٥٦
تخت ٹھاؤں ٢١٨
تختی (سینہ) ٦٣٩
تَدھاں ٤٩٧
تراِستھان (اصطلاح موسیقی) ٦٦٠
تِرب ٢١١
تِرپ ٦٧٠
تَرپھڑاٹ ٤١٠
تِرلوک ٣٥
تِرنا ٢١١
تشریف (خلعت) ٥٥٦

تقوی ١٨٥
تَل (تلے) ٣٠٢
تِل (زرا) ١٧٨
تِلاؤ ٣٥٥
تلپٹی ٤٤٠
تَلکوں ٩٧
تَلھار ٥٩٤
تُمھن ٨٦
تَنت ٦٥٤
تِنہ ٤٦٦
تواسیاں ١١٥
تُوس ٤٧
تول ٩٢
تُولنگ ٣٧٧
تونب ٦٧٩
تَونُھ ٥١١
تھار ١٢٤
تھان ١٣٢
تھرنا ١٣٧
تھرَھرنا ٣١٠
تِھنہ ٢٧٠
تَہ دِھك ١٩٨
تِھیر ٢٥٧
تِھیں ٦
تَھیں ٦

(ٹ)

ٹانك ١٣٦
ٹکڑی ٢٧٤
ٹھار ٤١
ٹھمکا ٢٧٨
ٹھنکار ٤٩٨
ٹیك ١٣٥
ٹیلا (ٹیکا) ٦٢٠

(ج)

جاپ ١٦٦
جاسون ٦٢٩
جالنا ١٧١
جامونی ٦٥٥

جِتا	٥
جَد	٨
جَدھیاں تِھیں	٤٧٦
جَرم	٥
جَرنا	٤٣٨
جَڑت	٣٤٨
جَڑتی	٣٤١
جَس	١٤٩
جِکو	٦٠
جگت	٤٣٦
جگت گرو	٧١
جَگمگنا	٤٣٨
جِگنا	٣٦١
جِگنے (جگنو)	٦٥٩
جَل منڈلی	٨
جَن	٢٠١
جَناور	٤
جَنگ (جانگھ)	٦٤١
جَو تلکوں	٩٧
جوت مان	٣٢٢
جوڑ دھرنا	١٧٠
جوگی جنگم	٢٨٥
جُولگ	٣٧٧
جُولو	١٥٢
جونا	٣٢٤
جَونھری	٦٩٦
جھار (جھاڑ)	٤٤٥
جھال	٥٤٤
جِھبوتی	٢٤٣
جَھپنا	١٢٧
جَھرا	٣٠٣
جھرنا (رسنا)	٤٤٠
جھڑیاں (جھاڑیاں)	٤٤٥
جِھنو	١٩٨
جِھوں	١٢٧
جیوانا	٥٢٠
جیونا	٩٦

(چ)

چاشنی ٧٦

چاشنی گیر ٥٥٤

چاکھنا ١٣٩

چاکھ لانا ٢٣٦

چاندنا ٢١

چِت ٤

چِتارا ١٦٨

چِتر ٤٥٥

چَتر ٧٦

چَٹ ٥٥٠

چَرَن ٦٤٤

چَڑنا ٤

چِڑی ٣٦

چَل ٥٣٠

چَمَت ١٠٧

چندر جوت (آتشبازی) ٥٤٥

چَو ٩١

چَوترا ٣٤٢

چوکے ٦٢٧

چو نے کلیاں ٣٢٧

چھال (چھلانگ) ٤٦١

چھاوا ٤٣١

چَھپَن ١٠١

چَھپنا (چُھپنا) ٥٧٢

چَھڑنا (چڑھنا) ٢٠

چَھلے ١٨٩

چھند ٢٠٨

چھیجنا ١٦٤

چینٹی ٢١٦

چیونٹی ٧٠٥

(ح)

حُسُن ١٧٠

حُسَن ١٧٦

حکم ماتھے چڑھانا ٥٦٩

(خ)

خاصلت ٧٠٧

خُرْش ٢٢٨

خوشبوئی ٥٢٣
خوئے ٦١٩

(د)

داٹ ٤٤٥
دالد ١٩٨
دان سار ٢٠٤
دانِک ٢٠٠
دپٹ ١٠٥
دُجیں ٥٦٨
دُرَت ٦٦٤
دردوں (درد سے) ٢٥٣
دَرھیا ٢٠٥
دِسا ١٤٧
دِسنا ١٢
دِشٹ لانا ٢٤٧
دُلا (ڈُلا) ٤٩٤
دُمال ٤٣٢
دَمامیوں ٤٠٥
دَنت ٤٣٤
دُوار ٢٨٥
دوایت ٣٣
دوجا ٥٥
دور ٢٢٥
دورلا ٢٢٧
دود ٢١
دوُنہو ٨٦
دونہوں ٢٠٤
دھات ١٠١
دھانا ٣
دھاؤں ٤٦٨
دِھر ٢٩٤
دَھر ١٤٦
دَھرن ٨٧
دَھمکا ٤٠٧
دَھن (دھنیہ) ٢١٩
دَھُنک ١٣٥
دَھنک اِندر ٦٠٤
دُھوَر ١٨٩

دِھیر ١٤١
دیو (دیوتا) ٢٤٧
دیپ (جزیرہ) ٥٩٣
دیس (دن) ٩
دِین ھار ٦٥٢
دیوا ٩
دیو تن ٤٣
دیوٹی ٤٣

(ڈ)

ڈاپ ٥٤٠
ڈالھیاں (ڈالیاں) ٤٧٥
ڈَبی ٤٠٢
ڈُلانا ٢
ڈِ گھر ١٦٣
ڈونگھر ٤٤٠
ڈھاڑی ٦٠٦
ڈھک ٢٦٠
ڈِھگھ ٣٨٢
ڈھوڈنا ١١
ڈھیگھ ٤٨٨

(ذ)

ذات (جسم) ٣٦٠

(ر)

راج (راجہ) ٦٨٣
راجنا ٢٤٣
راس ٨٣
راس کرنا ٣٣٩
رانتا ١٨٤
راوت ٥٣٥
راوے ٥٨١
راوِیں ٤٩١
رَج ٨٩
رَچنا ٨
رِدھ سِدّھ ٨٦
رَست ٢٦١
رَنبھا ٦٦٩
رنگ بھوم ٦٤٧
روپا ٢٢٣

پہلی اشاعت ۱۹۶۹ء

تعداد ۵۰۰

قیمت دس روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ جامعہ، شمشاد مارکیٹ، مسلم یونیورسٹی، علی

اور

مکتبہ جامعہ، پرنسس بلڈنگ، بمبئی

دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد میں طبع ہو کر

شعبۂ لسانیات، علی گڈھ مسلم یونیورسٹی سے

شائع ہوا

ان میں سے بعض کے ھاتھوں چاند بی بی سلطان تک کو ذات اٹھانی پڑی اور بالآخر اس کو قید تک کر دیا گیا۔ ابراھیم کی اصل بادشاھت کا آغاز آخری متولیٔ سلطنت دلاور خاں کے زوال کے بعد ۹۱/ ۱۵۹۰ سنہ ء میں ھوتا ھے۔ زمام کار ھاتھ میں آتے ھی اس نے ۶، ۵ سال کے مختصر عرصے میں معرکہ آرائی کے ذریعے سلطنت کو استحکام بخشا اور اس کے بعد اپنی تمام تر توجہ علوم وفنون کی جانب منعطف کر دی، اس طرح کہ دارالسلطنت بیجاپور فنون لطیفہ کا گڑھ بن گیا، جہاں ایک عالم سے موسیقار، شاعر اور اھل فن آکر جمع ھونے لگے۔ ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ ء میں دارالسلطنت بیجاپور کا نام بدل کر بیدیا پور[۱] رکھا گیا۔ جس کا تذکرہ ابراھیم نامہ میں اس طور پر کیا گیا ھے: در تعریف شہر بیجاپور گوید:

سنوں اب صفت شہ رھن تخت ٹھاؤں

بدیا پور نگر ھے بھی اس کا جو ناؤں

دارالسلطنت کے نام کی اس تبدیلی کے پیچھے وہ

---

(۱) بیجاپور۔ وجئے پور کا تدبھو ھے۔ وجئے کے معنی فتح کے ھوتے ھیں۔ اسی طرح بدیاپور، ودیاپور کا تدبھو ھے۔ ودیا کے معنی علم و ھنر کے ھیں۔ عبدل نے 'شہر بیجاپور' کی ترکیب پر 'بدیا پور نگر' کی ترکیب استعمال کی ھے حالاں کہ شہر، پور اور نگر مترادفات ھیں۔ ایک جگہ اس کو محض «بدھیا» کے نام سے بھی یاد کیا ھے۔ بدھیا، بدیا کی ھکاری شکل ھے، جو قدیم اردو کے تلفظ کے عین مطابق ھے۔

روپ وَنت ۱۷۸
رہسی (رہ سکا) ٤۲٤
رَهن ٹھاؤں ۳۱۲

(ز)

زرائن ٥٧٤
زردا (گھوڑا) ٤٥۲
زرکمر ٦٤٠
زنزیریاں (زنجیریں) ٤٤۱
زہ (چھجا) ٥۹٥
زیب گردن ٥٨۳

(س)

سار ۳٦٤
ساز ۳۰٥
سانجھ ۱٦۰
سِوال ۱۹۱
سائت ۷۹
سَبا ۲۷۱
سبد ۲٥۷
سپڑنا ٥
سَپڑك ٦۲٤
سَپورَن ۲۷۳
سِتار (تارا) ۳۲۳
سِتاریوں ۳۹٥
سَت کھن ۲۲۱
سُتر ۱۰
ستھیں ٦۹۰
ستی ۱۲٤
سٹنا ۱۲۹
سُجان ۲٨۷
سُدّھ ۱۱
سِدّھ ۲٨٥
سَر ۹۰
سرَر کرنا ۱۷۹
سَرَپ ۳۱۰
سُرتی ٦٦۱
سُرج ۱۷
سُوسَر ٦٥٤
سَرك لوك ٥٨٨

سَر کرنا (برابر کرنا)	۱۷۰
سَرَک	۱٤٦
سُرمائی	۳٦۹
سَرَن	۸۷
سرنا	٦
سُرنگ	۳۳٦
سُرنگی	٦۳۱
سَرَوَر (اعلیٰ ترین)	۱٤٦
سَرَوَر (تالاب)	۱۹۰
سَرونگ بھوگ	۲۳٤
سَرھاون	۲۱۷
سَریر (جسم)	۱۹۹
سِکوڑنا	۱۸٦
سُکھان (اچھا کھانا)	٥٥٤
سِکہ کرنا	۳۰
سِمرنا	٦۹
سَمَند	۳۲
سَمندور	٦۹۰
سُمیر	۱٤۸
سنجنا	٥٦
سَندھ	٦٦٦
سِنگار	٥۷۳
سَنگت	۷۹
سُوا (سوھا)	۲۹۱
سُوالکھ پہاڑ	٤۳۱
سُوتر	۳٦۳
سُور	۱٦۹
سُوگیا	٦۲٤
سُون	٦۰
سُوھَر	٦۸
سُوھِلا	٦۰۷
سُہاس	۲۳٤
سِہاسَن	۸۷
سَہس	۳٦٦
سُہنا	٤۳۹
سیاہ (سیاہی)	۱۷۱
سِیس	۷۸
سِیس ناگ	۱٤۷

سِیس پھول ۶۱۶

(ص)

صدر ۲۸۱

(ع)

عِشَق ۳۸

عَقَل ۶۹

عرابہ ۲۲۴

عارب ۴۵۶

(غ)

غاشی ۴۴۴

(ف)

فِکر ۸۲

فام (فہم) ۸۹

فاختی ۵۸۳

(ک)

کاپور ۴۰۲

کاٹھی ۳۲۵

کاج ۶۸۳

کاچ ۱۱۱

کاس ۶۷

کال ۶۶۴

کالوا ۴۸۳

کلاجان ۲۶۹

کلاَونت ۲۶۹

کاں (کا) ۹۸

کاں (کہاں) ۲۸۳

کانسا ۱۷

کان کھونٹی ۶۲۶

کانم (کام) ۳۲۹

کبوت ۴۵۴

کَپال ۴۲۴

کپور ۱۳۴

کپول ۳۰۳

کِتا ۲۱۷

کِتَک ۲۸۵

کِچّھی (گھوڑا) ۴۵۶

کَدَم ۵۵۹

کدھیں ۱۸

کَرن (نام راجه) ۲۰۰
کِرنا ۱۶۲
کرُنگ ٤٥۲
کڑ کڑاٹ ٤۳۳
کَلا ۱۷٥
کلا کوک ۲۸۸
کلُف ۱۱۳
کمان (دهنك) ٤۳۹
کمُیّت ٤٥۲
کَن ۱٦٦
کَن (کنسے) ۷۰٤
کُنبھ هستی ٦٤۱
کنچن ۹۲
کَندری ٥٥۲
کُنڈالا ۲۲۳
کُنڈل ۲۳۰
کنك ۲۱۱
کُو ۷۰
کوتا (کوتاه) ٤۸
کوٹ (قلعه) ۲۲۹
کوٹی ۲٥
کُوچَت (؟) ٦٦۸
کورتی (؟) ٥۲٤
کوزدان ٥۳۷
کوِہم ٤۳٤
کَونہ ۸۳
کهاپ ٦۱۱
کهان ۱٦٤
کهانب ۳٤۱
کهانپ ٦٤۲
کهکش ۲۳
کَهلا ۲۲۳
کهلبلاٹ ۲۸۱
کَهن ۲۸۱
کَہن ٦۸۲
کهنڈ ۲۷۰
کهوٹ (کوٹ) ۲۰
کُهوں (کوں) ۱۰۰

کھونچنی ۲۷٤
کھیر (سفید) ٦۹۰
کھیں ١٦٤
کیتی ٦٨٧
کیر ٦١٠
کیرت ٤٨٤
کیل (کنجی) ١١٣
کیلی (کنجی) ٦۹٦

(گ)

گاین ٦٧۹
گت ٤٠٥
گجپت ٣٠١
گر ٢٠٦
گردہ ٣٥٢
گرڑا ٤٥٢
گزری ٢٦٤
گسائیں ٣٧
گس الدّراز (گیسو دراز) ٦١
گگن ٢٣
گل ٢٦
گنانا ٥۹٠
گنت ٣٠١
گندنا ٨١
گنوارا ٢٣
گنی ٨٨
گوڑا ١٠٥
گومید ٣٦٥
گوہار ٦٧١
گھاٹ ١٢٦
گھالنا ٤٠٣
گھاؤ (ضرب) ٤١٨
گھاؤ کرنا ٤٠٥
گھاؤ منڈل ٢٥٦
گھڑ ٥٣٦
گھن ٦٥٤
گھنگرمال ٥٣٥
گھونٹنا ٢٧٥
گھو گھرو ٦٤٣

گھیری کھانا ۳۸۷

(ل)

لانا (لگانا) ۵۵۰

لات کرنا ۱۰۶

لاسائی (گھوڑا) ۴۵۶

لَبد ۲۷۱

لبدہ ۴۹۰

لجہ ۳۱۰

لعلی ۶۲۸

لغامی ۱۰۶

لَک ۳۷

لِکھن ہار ۳۵

لَکھنا (دکھائی دینا) ۴۵۵

لنکی کاری ۵۴۱

لگھو گرو ۶۶۴

لَنگے ۳۱۰

لُوہ ۹۱

لہڑاں ۱۴۱

لہنا (لینا) ۴۹۸

لٹے ۶

لِیلم ۲۶۲

(م)

ماڈھی ۲۳۹

مار (ایک درخت) ۵۳۴

ماس ۲۴۴

مال من ۱۶۶

مالِنی ۸۱

مانس ۶۸۵

ماہ ۲۳۸

ماؤ ۱۱

ماوا ۲۸

ماوی ۳۶۹

ماوئیی ۴۴۷

مَتکِسی ۴۵۳

مَتنگ ۴۸۸

مجھار ۱۳۳

محل دار ۵۳۸

مَدکل ۴۲۸

مَدن ٣٨١
مده سونايك ٥٣
مَڈان ٢٢٠
مڈھنا ٥٥٦
مِرْت ١٤٦
مِرُت لوك ٥٨٨
مِرْگ لوچنی ٢٧٤
مُکڑا ٦٢٢
مَگنا ١٦٧
مِن (مِیں) ٦٨٥
مَن چیت (اسم خاص) ٤٦٨
مَنجار ٣١٧
مَنڈان ٩٧
مَنڈپ ٥٩٥
مَنڈھوا ٥٤٤
مَنکی ٢٢٤
مول ١١١
مُولِکا ١١٨
موگی ٧٠٦
مونکھ ٢٦٦
مونگلا ٢٢٤
مهدی ٦٣٦
مہکار ٤٩٨
میرزادیان ٦٠٧
میزوانی ٥٩٠
میگھ ٢٥١

(ن)

نابھ ٦٦٠
ناد ٣٠٦
نارد (نام) ٦٧٩
ناڑ ٥٠٥
نالیر (ناریل) ٥٣٦
نانچ (ناچ) ٦٥٣
نانك (ناك) ٦٢٣
نِپانا ٣٧
نَرپت ٣٠١
نِرَمل ٦٩٨
نِس ١٧

نشان (ڈنکا) ٤٠٦
نقرے ٤٥١
نکھ ٢٦٤
نگار ٨
نَلے (آتشبازی) ٥٤٣
نُماں ٣٨١
نُمانا ٧
نِمیس ٦٨٥
نوبت ٤١
نَورات ٧٨
نوجوبی ٦٣٧
نورس ٧٥
نورس (کتاب) ٦٠٦
نورس شاه (ابراهیم) ٦٠٧
نو ِستار ٣١٨
نو گره ٧٧
نوریاں ٤٩١
نَهاسنا ١٣٦
نِیر ١٨٦
نِسیَم ٦٦٧
نِیہ ٦٦٧

(و)

وُ (وه) ١٥
واڈی بال ٦٢٧
وَتَنت ٦٥٤
وَیدوِر ٣٦٣

(ه)

هار ٢٧٥
هانسلی ٤٥٣
هانك ٤٨٤
هجار (هزار) ١٢٩
هریا (هرا) ١١١
هست ٤٤٨
هستك ٦٦٨
هستی ٣٠٢
هُلمك ٢٤٣
هُلّاس ٣٧٣
هَلنا (هِلنا) ٤٣

ہَملاں	۲۵۷	ھوڑ	٤٦٠
همن	٤٧٦	(ی)	
ہُنکار	۲۵۳	یغز (گھوڑا)	٤۵۵
ھوابخش	۲۳۹	یك	۱۱۱
ھواو	۱۹۲	یکَس	۵٦٨
ھواوا	۱۵۹	یکَنت	۵۸٧
ھُور	۳۷	یُو	٦٧

QADIM URDU

(Vol. III, 1969)
Special Number

IBRAHIM NAMA

by

ABDUL DEHLAVI

(COURT POET OF IBRAHIM ADIL SHAH II OF BIJAPUR)

Edited

MASUD HUSAIN KHAN

Prof. & Head Dept. of Linguistics Aligarh Muslim University
Ex. Prof. & Head, Dept. of Urdu Osmania University

تمام مضمرات کارفرما تھے جن کی وجہ سے ابراہیم کے عہد میں بیجاپور علم و ہنر کا سب سے بڑا مرکز اور شعراء و اہل ہنر کا ملجا و ماویٰ بن گیا تھا ۔ بیجاپور کے اس 'ہردیسی پن' کا تذکرہ عبدل نے ان الفاظ میں کیا ھے :

بسے شہر درمیان سب بھیس کا
رہے لوگ سکھ سوں چھپن دیس کا
جکو ملکِ عالم میں دکھیا بھرائے
بدیاپور نگر میں رہو سکھ سوں آئے

ابراہیم کی صورت اور سیرت

ظہوری ۱ کی طرح عبدل نے بھی ابراہیم کے عدل و سخا کا تفصیل سے تذکرہ کیا ھے ۔ اسی کی طرح وہ اس کی صورت زیبا اور یوسفیت کا بھی حد درجہ قائل ھے ۔ ابراہیم کے حسن صورت و سیرت کا تذکرہ عبدل محض قصیدہ خوانی کے طور پر نہیں کرتا بلکہ اس کی تاریخی شہادتیں موجود ہیں چنانچہ صاحب بساتین اس سلسلے میں یوں رقم طراز ھے :

" ابراهیم عادل شاه بادشاهے بود موصوف به جمال صورت و به آراستگی سیرت جامع نیکوئیها ، مستجمع خوبیها ' عادل داد گر بلند همت ، رعیت پرور ' قدردان علماء و فضلاء . . . "

---

(۱) دیکھئے سہ نثر . باب ہفتم " صورت زیبا و طلعت جہاں آرا " اور باب ہشتم " سیرت پسندیدہ و اطوار برگزیدہ "

تشبیه و استعارے کی زبان میں یہی مفہوم عبدل کے یہاں دیکھئے:

یوں شہ روپ کی سن کہانی تمام
نہ رہ کر سکیا مصر یوسف مدام
کہ مجھ روپ تھے ہو ادھك شہ دکھن
کلا روپ بھر کر سو چوسٹھ لکھن
بھولی مجھ حسن ایك زلیخا مدام
سو شہ دیکھ کر بھول عالم تمام

ایك اور جگہ شہ دکھن کے سراپے کی تفصیلات حسب ذیل دی گئی ہیں:

کندن شاہ کا رنگ ہو ذات بھر
ہر ایك ٹھاؤں پر رتن مل جوت دھر (۳۶۹)
لگے پاچ شہ خط ۱ زیبا سہائے
جگیں لال رخسارے مانك دو آئے (۳۷۰)
سہس آنکھ دیدے سفیدی ملائے
جڑت جوت موتی میں لیلم نمائے (۳۷۱)

---

(۱) ابراهیم کے سبزہ خط کے تذکرے سے معلوم ہوتا ھے کہ وہ ابھی تك موئے سیاہ رکھتا تھا۔ چوں کہ وہ ۹ سال کی عمر میں ۱۵۸۰ء میں تخت نشین ہوا تھا اور ابراهیم نامہ کا سنہ تصنیف ۱۲ / ۱۶۱۱ء ھے اس لئے اس کی عمر اس تصنیف کے وقت ۳۹ سال کی ہوگی۔

دسے ناٹ ویدور سوتر درمیان

رہے مکھ او پر خوے ھیریوں کی کھان (۳۷۲)

کہیں لال مہندی نکھو پر دھرے

دسے جیو سو گومید مانک جڑے (۳۷٤)

عبدل کے بتائے ہوئے حلیہ کا مقابلہ کتاب نورس کے گیت نمبر ٥٦ سے کیجئے جہاں ابراھیم نے اپنا سراپا ان الفاظ میں بیان کیا ھے:

« ایک ھاتھ میں ساز ھے، دوسرے ھاتھ میں کتاب ھے جس کو وہ دیکھتا ھے اور نورس کے گیت گاتا جاتا ھے۔ اس کا لباس زعفرانی ھے۔ دانت کالے اور ناخن پر مہدی لگی ہوئی ھے . . . » ۱ مسی آلود

ابراھیم کی ھنر اور اھل ھنر پروری کا تذکرہ مؤرخین، ظھوری اور عبدل سب نے ایک انداز میں کیا ھے۔ چوں کہ ابراھیم خود ایک تخلیقی فنکار تھا اس لئے وہ اھل فن کا صرف ممدوح نہیں بلکہ استاد اور گرو بھی تھا، اور فنون لطیفہ میں اھل فن کی تربیت کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ سہ نثر میں ظھوری نے اس کی نکتہ دانی اور نکتہ سنجی کے کئی واقعات درج کیئے ھیں۔ اور اس کی فکر و نظر کو خراج تحسین پیش کیا ھے:

زر خاص سخن بدولت او

فکر مس کیمیا طبیعت او

(۱) کتاب نورس، ص ۱٤٠ ۔

عبدل نے بھی اسی مفہوم کے اشعار لکھے ہیں:

نظر شاہ استاد جس پر جو ہوئے
ہر ایک روپ بدیا میں اُس سرنہ کوئے
سو شہ جگت گرو ہے پرس جیوں نشان
ملے لوہ شاگرد چو طرف جان
و لیکن پرس مل کنچن مول ہوئے
نظر شاہ پڑتیں کندن تول ہوئے

جس کے پارس سے مل کر عبدل کا لوہا (لوہ) کندن بن گیا تھا اسی کے آفتاب تربیت کے پرتو عاطفت نے پیرانہ سال «خفائی را ظہوری ساختہ» ۔ ظہوری اس خراج عقیدت کے بعد لکھتا ہے: «باوجود شغل ملک گیری و رعایت احوال رعایا و لشکری بار جگت گروئی یعنی استادی عالم برگردن گرفتن و زحمت تربیت شاگردان کشیدن غرض التفات و مرحمت است .... » ۱

ابراہیم کے کرادر کی سب سے بڑی خصوصیت عبدل نے یوں بیان کی ہے:

جکو آؤ جس کاج تس داد دے
مرم بات کا پونچھ دل ھاتھ لے

اہل ہنر سے اس کا رشتہ استاد اور شاگرد کا سا تھا اور اس سلسلے میں اس کا مسلک 'دل بدست آور' کا تھا۔

---

(۱) سہ نثر، ص ۳۷ تا ۳۸

وہ اہل فن کا قدرداں تھا اور اہل فن اس کے پرستار تھے۔ وہ ان کی مجلسوں میں شریک ہوتا اور اپنی گہری فنکارانہ بصیرت سے ان کی رہبری کرتا۔ یہ اسی کا فیضان صحبت تھا کہ عبدل جیسا گمنام شاعر ایک اہم ادبی کارنامہ یادگار چھوڑ گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عمر کے ساتھ ساتھ اس کا شغف موسیقی اور دکنی اردو شاعری سے بڑھتا گیا۔ سنہ ۱۶۱۲ تک دربار کی ادبی فضا پر ظہوری اور ملک قمی چھائے ہوئے تھے، لیکن دونوں بوڑھے ہوچکے تھے، اس لئے ابراہیم کی توجہ کا مرکز اب نئے شعرا بالخصوص زبان ہندوی کے شاعر بنتے جارہے تھے۔ بقول عبدل اس چمن دولت میں نئے پھول کھل رہے تھے:

بیٹھے مجلسی لوگ ہر یک فن
کھلے پھول ہر جنس دولت چمن
ایکس ایک تھیں خوب بدیاونت نگار
ہریک بات بوجھک سو نو نو ہزار
نظر شاہ بھر بھنور ہر پھول پر
بچن باس رس لے کلیوں مکھ اوپر

ابراھیم نامہ سے اس بات کا بھی علم ہوتا ہے کہ ابراھم دکنی اردو میں بھی فکر سخن کرتا تھا۔ عبدل نے کتاب نورس کے علاوہ شعر نمبر ۵۸۳ میں اس کی ایک

اور تصنیف 'بدھ پرکاش'۱ کا بھی ذکر کیا ہے۔ جس کے گیت جشن سالگرہ پر قوال اور ڈھاڑی گاتے تھے۔ کتاب نورس کے نئے گیتوں کے دستیاب ہونے کی صورت میں ۲ یہ بات مستحکم ہو جاتی ہے کہ ابراھیم کا دکنی اردو کا مزید کلام ابھی پردۂ خفا میں ہے۔ اس کا مزید ثبوت ایچ۔ ایف۔ سلکوك کا ابراھیم کے ایك گیت کا انگریزی ترجمہ ہے جو بمبئی گزیٹیر کے فٹ نوٹ صفحہ ۴۲۴ میں محفوظ رہ گیا ہے۔

اس نظم یا گیت کا اصل متن دستیاب نہیں ہوسکا ہے۔ لیکن اس کا انگریزی ترجمہ ایچ۔ ایف۔ سلکوك نے ایك ایسے مخطوطہ سے کیا ہے جس پر ابراھیم کی مہر لگی ہوئی تھی اور جو غالباً اسی کی تحریر میں تھا۔ بیجاپور کے ایك مسلمان خاندان میں یہ مخطوطہ سنہ ۱۸۸۴ ء تك محفوظ تھا۔ یہ گیت واضح طور پر چاند بی بی سلطان کی تعریف میں ہے۔ جسے ابراھیم نے ماں (مدر) کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ اس لئے اس کا تخاطب ابراھیم کی ملکہ

---

(۱) شاہ عالم پناہ کی سالگرہ کے جشن کا ذکر کرتے ہوئے عبدل لکھتا ہے کہ اس موقع پر

کہیں مل جو قوال ڈھاڑی سو آئے
نورس، بدھ پرکاس گاویں اوکھائے

(۲) ڈاکٹر نذیر احمد کو «کتاب نورس» کی ترتیب و طباعت کے بعد کچھ اور گیت دستیاب ہوئے ہیں۔

اور محبوبہ، ملکہ جہاں (جسے چاند سلطان بھی کہتے تھے) کی جانب نہیں ہو سکتا، جس کی تعریف کتاب نورس کے اکثر گیتوں میں کی گئی ہے۔ (دیکھئے گیت نمبر ۲۲)۔ انداز تخاطب سے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ یہ گیت، چاند بی بی سلطان کے سنہ ۱۶۰۰ء کے محاصرہ احمد نگر میں قتل کے بعد لکھا گیا ہے۔ اس کا امکان ہے کہ یہ گیت بھی کتاب نورس کے کسی مخطوطہ میں شامل ہو یا «بدھ پرکاش» کا حصہ ہو۔

In the gardens of the blest, where the happy *houris* dwell
In the palaces of men, where earths' fairest ones are seen,
There is none who can compare in beauty or in grace,
With the noble Chand Sultana, Bijapur's beloved queen.
As the champak flower in fragrance is the sweetest flower that blooms,
As the cypress tree in form all other trees excel,
So,in disposition tender, in beauty without peer,
Was the gracious Queen whose praise no human tongue can tell,
In memory of that mother who with watchful tender care
Ever gaurd her poor orphan in a weary troubled land,
Ibrahim the Second, these feeble lines indite,
To the honour of that Princess, the noble Lady Chand.[1]

بیجاپور اور اس کا حصار

جس بیجاپور یا بدیا پور نگر میں سکھ سے آکر رہنے کی عبدل 'چھپن دیس' کے لوگوں کو صلائے عام دے رہا ہے وہ اور اس کا حصار، ارك قلعه اپنے عہد کے نوادرات میں سے تھا، جس کی خوبصورتی اور کشادگی اور اچھی آب وہوا کا تذکرہ اس عہد کے بیشتر مؤرخین

1. Gazetteer Bombay Presidency Vol. XXIII, p. 424 foot-note, 1884.

نے شدومد کے ساتھ کیا ھے ۔ اس کی سنگین و بلند فصیل جس کا قطر سوا چھ میل کا ھے اور جس میں ٦٦ برج ا اور پانچ عظیم الشان دروازے تھے ، آج تک عظمت

(۱) ابراھیم نامہ میں « در تعریف عرابہ و بیان حصار و محل » کے عنوان کے تحت فصیل بیجاپور اور ارک قلعہ کے محلات کا تذکرہ آیا ھے ۔ چوں کہ لفظ عرابہ اور ارابا اس تصنیف میں دونوں طریقوں سے لکھا گیا ھے اس لئے اس لفظ کی صحت اور تشریح یہاں ضروری ھے ۔ عرابہ ، املا صرف مذکورہ بالا عنوان میں درج ھے اس کے برعکس ارابا اشعار نمبر ٢٣٥ ، ٢٣٦ ، ٢٤٤ اور ٢٤٥ میں مسلسل آیا ھے ۔

عرابہ یا ارابہ عبدل نے خالص دکھنی اردو کے مفہوم میں فصیل کے ان چبوتروں یا اڈوں کے لئے استعمال کیا ھے جو توپوں اور میگزین وغیرہ کے لئے استعمال کیے جاتے تھے ۔ ارابہ کے لغوی معنی دوپہیوں کی گاڑی کے ھیں ۔ « گردون چوبے کہ بران بار کنند » (بہار عجم) ۔ بعد ازاں توپ گاڑی کے بھی ھو گئے (فاربس ، پلیٹس ، اسٹینگاس) ۔ علی عادل شاہ اول کے عہد کے ایک کتبہ (کتبہ دریچہ سار واڑ دوڈی) سنہ ٩٧٦ ھ میں یہ لفظ انھیں معنوں میں استعمال ھوا ھے ۔

یہ لفظ الف اور عین دونوں سے لکھا جاتا ھے ۔ صاحب بہار عجم ، ارابہ کی تشریح یوں کرتا ھے « بعضے در رسم خط عرابہ بعین نویسند واین غلط عام است و صحیح عرادہ بعین و دال مہملتین » ۔

ودلیری کے حامل ہیں ۔ اس فصیل کے وسیع چبوتروں پر توپیں چڑھی رہتی تھیں ۱۔ فصیل کے اردگرد ایک گہری اور چوڑی خندق تھی ۲۔ شہر کا مرکز اس کا حصار اور شاہی محلات تھے جو ارک قلعہ کے نام سے مشہور ہیں ۔ مختلف بادشاہوں کے زمانے میں ارک قلعہ کے محلات میں اضافے ہوتے رہے ہیں ۔ اس قلعہ کا قطر تقریباً ایک میل ہے ۔ جس میں جابجا مضبوط برج بنے ہوئے ہیں اور یہ بھی ایک گہری خندق سے گھرا ہوا ہے ۔ ارک قلعہ ابراہیم عادل شاہ اول (۱۵۳۴ تا ۱۵۵۸ ء) کے زمانے تک مکمل ہوچکا تھا ، لیکن علی عادل شاہ اول (۱۵۵۸ تا ۱۵۸۰ ء) کے زمانے میں شہر بیجاپور کی سنگین فصیل مکمل ہوجانے کے بعد اس کی دفاعی حیثیت ختم ہوگئی تھی اور یہ صرف محلات شاہی کا احاطہ بن کر رہ گیا تھا ۔ ان عمارتوں میں « انند محل » اور « سات منزلی یا سات کھن ۳ » کے محلات ابراہیم کے عہد کی تعمیرات ہیں ۔ عبدل نے بیجاپور شہر کا بیان کرتے وقت جن محلات شاہی کی جھلکیاں دکھائی ہیں ان کا تعلق اسی ارک قلعہ کے محلات سے ہے جہاں اس کا ممدوح ابراہیم ثانی مقیم تھا ۔

شہر بیجاپور کی عظمت اور رونق کا تذکرہ

---

(۱) بمبئی گزٹ ص ، ۵٦۸ اور واقعات مملکت بیجاپور (حصہ دوم) ص، ۸ (۲) بمبئی گزٹ ص ۵٦۸ تا ۵۷٤ (۳) سات کھن (سپت کھن) کا ذکر کتاب نورس کے گیت نمبر ٤۱ میں بھی آیا ہے ۔

نجمہ کے نام

همه افکارِ من از تست چه در دل، چه به لب
گہر از بحر بر آری نه بر آری از تُست

ایك سے زائد مؤرخین اور سیاحوں نے کیا ھے۔ خود ابراھیم عادل شاہ ثانی کے عہد کے دو انگریز سیاح Fich اور Newberry نے ۱۵۸۳ء میں اسے ایك عظیم اور متمول شہر پایا تھا، جس کے مکان بلند اور عالی شان تھے اور پتھر سے بنائے گئے تھے۔ اس شہر میں بے شمار ھاتھی نظر آتے تھے اور سونے، چاندی اور بیش قیمت جواھرات سے بنی ھوئی اشیاء سے جوھریوں کی دوکانیں پٹی پڑی تھیں ۱۔ سنہ ۱۶۰٤ء میں، ابراھیم ثانی ھی کے زمانے میں، مغل سفیر اسد بیگ کو اس شہر کے دیکھنے کا موقع ملا۔ ھرچند وہ مغل مؤرخین کی عصبیت کا شکار ھے اور ابراھیم عادل شاہ ثانی کو صرف 'عادل خان' کے نام سے یاد کرتا ھے، تاھم وہ بھی بیجاپور کی شان و شوکت سے متاثر ھوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے بھی یورپی سیاحوں کی طرح اس بات کی شہادت دی ھے کہ تمام شہر عالیشان محلات سے، جن کے اگلے حصوں میں سائبان ھیں، بھرا پڑا ھے۔ وہ شہر کو پر فضا اور اس کی آب و ھوا کو صحت مند بتاتا ھے ۲۔ خاص بازار کی سڑکیں کشادہ تھیں جن کے دو رویہ سایہ دار درخت لگے ھوئے تھے۔ شہر کی دکانیں ایسے نوادرات سے بھری ھوئی تھی جو اس سے قبل دیکھنے میں نہیں

---

(۱) بمبئی گزیٹیر: ص، ۵۸۵

(۲) ع ھوائے گزو آب حیواں چکد (سہ نثر ظھوری، ص، ٦٤)

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

آئیں تھیں ۔ پارچہ جات ، جواہرات ، مشروبات ، عطریات ، فواکہات اور نان بائی کی دوکانوں کی کثرت تھی ۔ علاوہ ازیں اس نے گانے اور رقص کرنے والے طائفے ، خوبصورت لڑکیوں ، اور حسیناؤں کا بھی ذکر کیا ہے جو ہر طرف بنی ٹھنی نظر آتی تھیں[1] ۔ غرض کہ ہر طرف امن اور چین کی بنسی بجتی تھی[2] ۔ بیجاپور ہی سے اسد بیگ تمبا کو آگرہ لے گیا تھا جہاں اس کا بعد کو زورشور سے چلن ہوا ۔ رامش و رنگ کے اس ماحول کا مؤرخین کی آنکھوں دیکھا حال تو سن لیا اب عبدل کے شاعرانہ تخیل نے اس سے کیا آب و رنگ چرایا ہے اس کی تفصیلات بھی ملاحظہ ہوں :

عجب شہر دستا ارابا نگار
زمیں باھیا گل پدك کرسنگار
دسیں برج بچ بچ عجب یوں نمائے
جڑے پاچ الماس کے خرش لائے
وھیں شہر درمیان کا کوٹ جان
دسے دوسرا دور درمیان بیان
ھوا مدھ سونایك محل شاہ کا
کنڈل تارے ھو رکھ سو گھر ماہ کا

(۱) Elliot and Dowson: (vi, 163-164).

(۲) ز اعجاز چشماں جادو مپرس   زعابد فریبان ھندو مپرس ۔
(سہ نثر ، ص ٦٣)

دِسے شہر میں کوٹ بچ شاہ گھر
محل چاند دولت کِھلا کوٹ کرا

دِسے شہر ہر جنس معمور مانهه
مگر بهشت کا عکس پڑیا هے چهانهه
هوا بخش هر ٹهاؤں ماڈهیوں اوپر
نه باقی شہریوں سو شاهوں کے گهر

گلے باہ کنٹهال بازار هار
پدك جوڑ مسجد سو درمیان ٹهار

زماناں عجب یوجنا پونگڑا
بدیا پور نگر روپ هوکر کهڑا

عبدل نے زمانے کے اس 'پونگڑے' کے بازاروں میں وهی کچھ دیکھا جس کی شہادت یورپی سیاحین اور مغل سفیر اسد بیگ نے دی هے۔ یعنی «رتنوں کے ڈهگ» «باون شہر» جانے والی خوشبوؤں کی دوکانیں، «یاقوت فیروز، لیلم» کے ڈهیر۔ بدیاونت 'کلاونت' اور 'کلاجان' کے هجوم۔ «مرگ لوچنیاں» «پٹولی» میں اپٹی اور پان کے 'اُجل بیڑے' کهائے، کهلهلاتیں، موتی جیسے دانت چمکاتیں «حوراں سے ادهك»، «ارتھ اور بهید سنگت میں چتر» «کوك کلا» (کوك شاستر) میں ماهر حسینائیں ۲:

(۱) اگرا کسیر سرور وسور سازند زخاك پاك بیجاپور سازند
(سه نثر، ص ۹)
(۲) سیه چشم سبزان رنگین نگاه بهشور نمك از شکر باغ خواه=

اسی جنس سب روپ بدیا بھریاں
بدیا پور نگر میں بدیا رنگ کھڑیاں

رنگ روپ کے اس سنسار میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ امن اور شانتی تھی - اسے اسد بیگ نے بھی محسوس کیا تھا اور اس کی عبدل نے بھی شہادت دی ھے :

نہ اس شہر میں نین آنجھو جھڑیں
سو بن میگھ دھاراں نہ ھو کچ پڑیں
نہ اس شہر میں کوئی دردوں ھنکار
سو بن باجے شہنائی نا کوئی پکار
نہ پڑتا شہر میں کو باندھیا نظر
سو بن موتیوں ھور پھولو کی لڑ
نہ اس شہر میں کوئی رگڑے کسے
سو بن زعفران، مشک نا پکھ دسے
نہ اس شہر میں کوئی مارے کسے
سو بن گھاؤ منڈل نہ دوسرا دسے

ابراھیم کے بن رگڑے کے اس شہر کی تعریف میں عبدل نے اپنی شاعرانہ صلاحیت کا جو ثبوت دیا ھے وہ اس بات کی شہادت ھے کہ دھلوی ھوتے ھوئے بھی

= بدل از رہ دیدہ پیغام دہ   پر از بوسہ لبہائے دشنام دہ
(سہ نثر، ص ۶۳ - ۶۲)

اس نے ظہوری کی طرح بیجاپور کو مکمل طور پر اپنا لیا تھا۔ تاریخی صداقت کو شعری صداقت میں تحلیل کردینے کی کوئی متوازی مثال اگر ملتی ھے تو عبدل ھی کی طرح ایک غیر ملکی شاعر ظہوری کے یہاں:

دل شدہ والہ دکن ترک دکن نمی کنند
قبلہ اگر شود وطن رو بوطن نمی کنند

(دیوان)

مسکن عیش و عشرت است دکن
لب بہ غربت فتد زحرف وطن

(سہ نثر، ۳۹)

نورس پور اور نورس محل

دار السلطنت بیجاپور کے نام کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ابراھیم عادل شاہ ثانی کو اپنے ھم عصر اکبر اعظم کی طرح ایک نئے شہر نورس پور کی بناء ڈالنے کی بھی سوجھی۔ ۱۰۰۸ھ / ۱۶۰۰ - ۱۵۹۹ء میں بیجاپور سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر مغرب رخ اس نے نئے شہر کی بنیاد ڈالی اور «تعمیر محلات و امکنہ شاھی و حصار شہر کا کام شہنواز خاں کے سپرد کیا گیا»۔ اس شہر میں بادشاہ نے اپنے لئے ایک خوبصورت محل تعمیر کرایا جو «سنہری اور لاجوردی رنگ آمیزی» سے سجایا گیا تھا۔ «دربار کے سامنے سے بیجاپور تک ایک نہایت چوڑی سڑک ڈالی جس کی دونوں جانب دو منزلہ دوکانیں تھیں۔ بیچ میں

ایک نہایت خوب صورت چوک تھی جس کا نام مانک چوک تھا ، جس کے چاروں طرف سے سڑکیں نکال کر مشیّن و مزیّن دکانیں بنائی تھیں ـ » ۱ اس شہر کا نام نورس پور اور شاہی محل کا نام نورس محل رکھا گیا ـ یہ زمانہ ھے جب کہ ابراھیم لفظ 'نورس' کا فریفتہ تھا اور اسے اپنے لئے ایک نیک شگون سمجتا تھا ـ عبدل نے بھی « در تعریف نورس محل حضرت شاہ » کے عنوان سے کچھ ابیات اس محل کی تعریف میں لکھی ھیں ـ یہ محل سنگیت محل کے نام سے بھی مشہور تھا ـ ابراھیم عادل شاہ ثانی کی تصنیف کتاب نورس میں بھی نورس پور کا تذکرہ ملتا ھے ع :

ابراھیم آکھیں یو کویت نورس ، نورس پور گن نگر ۲

(ابراھیم نے نورس کی یہ کویتا گن والے نگر نورس پور میں لکھی ھے)

نثر سوم میں ظہوری نے بھی اس شہر کے دامان کوہ میں واقع ھونے اور « لطافت زمین » اور « جوھر آب وھوا » اور « سیہ چشم سبزان رنگیں نگاہ » اور « عابد فریبان ھندو » کا تفصیل سے تذکرہ کیا ھے ۳ ـ سنہ ۱۶۵۰ ء میں فزونی استر آبادی نے نورس پور کی

---

(۱) واقعات مملکت بیجاپور ص ۲۰۸ تا ۲۰۹ (حصہ اول) ۱۹۱۵ ء

(۲) کتاب نورس ، ص ۹۹ - ۱۹۵۵ ء

(۳) ظہوری : سہ نثر ، (نثر سوم ص ، ۶۴ - ۶۰ ،) نولکشور

سیاحت کی تو اُسے ایک کھنڈر کی شکل میں پایا۔ لیکن وہ نورس پور کے محلات کے کھنڈروں سے متأثر ہو کر یہ لکھتا ھے۔ «ان حسین عمارتوں میں سلطان کا شاہی محل بھی ھے جو حد بیان سے باھر ھے۔ میں نے نورس پور کی عمارتوں کا آگرہ، دھلی اور لاھور میں بنائی ھوئی اکبر کی عمارتوں سے مقابلہ کیا اور اس نتیجے پر پہونچا ھوں کہ اول الذکر غیر معمولی طور پر سے برتر ھیں»[1]۔

مؤرخ کی آنکھوں نے جو کچھ آثار الصنادید کی شکل میں دیکھا، شاعر کی چشم بینا سے نورس محل کا نظارہ کیجئے:

سنو اب صفت شاہ محل رھن ٹھاؤں
دھریا ناؤں نورس محل[2] تس جوناؤں

ولے محل نورس دھریا ناؤں یوں
بھریا رنگ نورس نت آٹھ روپ جیوں

ولے محل نورس ھوا یوں اٹھان
دسے گگن آگن ھو اس کا نشان

گگن سات سیڑھی ھو مل جوڑ کر
نہ لگ محل نورس کے ایک کھن اُوپر

---

(۱) فرونی استرآبادی: فتوحات عادل شاھی ص، ۱۵۷ (بحوالہ ظہوری۔ لائف اینڈ ورکس از ڈاکٹر نذیر احمد)

(۲) ظہوری نے نثر سوم میں نورسپور پر کئی صفحات صرف کئے ھیں لیکن «نورس محل» کی تفصیلات نہیں دی ھیں۔

اس کے بعد عبدل لکھتا ھے کہ آسمان اس محل کے لئے خود ساز و سامان میں تبدیل ھو گیا اور نورس محل کی کمان بن گیا۔ اس نے رات اور دن کے دو مزدور رکھے اور پھر نورس محل کی بنیاد ڈالی۔ دن نے آسمان کا ٹوکرا سر پر اٹھا لیا اور سورج نے هیروں کی اینٹیں اس ٹوکرے میں بھر دیں۔ اسی طرح رات اپنے سر پر چاند کا چونا اور موتیوں کا گلاوہ لے کر آئی لیکن گلاوے کا ٹوکرا اس کے سر سے گر پڑا اور وهی تارے بن کر آسمان پر بکھر گیا۔ اس محل کے هر ستون پر جڑت کا کام ھے۔ فرش اور چبوترے کندن اور رتنوں سے بنائے گئے هیں جن میں طرح طرح کے نگ لگے ھوئے ھیں، غرض کہ عبدل لکھتا ھے:

جتا راس عالم خدا سب کریا

نہ اس محل کی جوڑ نظروں پڑیا

ابراهیم کا دربار اور لاؤ لشکر:

هر چند ابراهیم کی زندگی میں بزمیہ پہلو نمایاں ھے اور اس نے اپنے عہد کے ذوق کی آبیاری بہ نفس نفیس کی ھے، لیکن تاریخ اس کے رزمیہ کارناموں سے بھی خالی نہیں۔ دلاور خان کے زوال کے بعد قطب شاهیوں اور نظام شاهیوں سے اس کی نبرد آزمائی تاریخ بیجاپور کا ایک روشن باب ھے. اس کے دربار کی شان و شوکت، اسکی سپاہ کا سیل بے پناہ، اس کے "فیلان" اسپ اور سلحداروں

کا ھجوم، ان کے بارے میں شہادت تاریخ[1] سے بھی ملتی ھے اور عبدل نے بھی دی ھے:

کھڑے بہت اسپت، گجپت راؤ
که نربت کہتیں نه پکھ گنت آؤ

کھڑے مست جھولے تو ھستی اپار
گگن شاہ دھلیز تل جیوں پہار

ھاتھیوں کا وہ ٹڈی دل ھے که معلوم ھوتا ھے ع:

اٹھیاں ھو سو ظلمات موجاں طوفاں

ان کی 'کڑکڑات' ان کے 'اجل دنت' جیسے کالے بادل میں بجلی چمك رھی ھو! ھر قسم اور ھر ملك کے گھوڑے' ان کی اچپلاھٹ، اونٹوں کی قطاریں، سلحداروں کا ھجوم جس میں ملك ملك کے شاھزادے اور سوار ھیں، عظمت و جلال ابراھیمی کی به زبان ھندی ایك ایسی شہادت ھے جسکا جواب صرف ظھوری کے یہاں ملتا ھے:

اگر بزم است عیشستاں ز جامش
وگر رزم است رنگیں از حسامش (سه نثر)

ابراھیم بزم آرائی کے ساتھ ساتھ شکار کا بھی بہت شوقین تھا۔ اس کی شہادت ظھوری نے بھی دی ھے۔ عبدل نے "در تعریف رفتن شکار" میں اس کے شوق کا

---

(۱) مؤرخین نے ابراھیم کے لشکر کی تعداد باون ھزار سوار، ایك لاکھ احشام اور ۹۰۰ فیلاں بتائی ھے (واقعات مملکت بیجاپور ص ۲۲٦، (حصه اول).

مقدمہ

« ابراہیم نامہ » دبستان بیجاپور کا پہلا ادبی نقش ہے۔ اس کا مصنف عبدل دہلوی، ابراہیم عادل شاہ ثانی (۱۵۸۰ تا ۱۶۲۶ء) کا درباری شاعر اور دبستان گولکنڈہ کے ملاوجہی کا ہم عصر تھا۔ یہ دلچسپ حقیقت ہے کہ قدیم اردو کی دو طبعزاد مثنویاں، ملا وجہی کی « قطب مشتری » اور « ابراہیم نامہ » دو سال کے فرق سے علی الترتیب ۱۶۰۹/۱۰ء اور ۱۲/۱۶۱۱ء میں تصنیف ہوتی ہیں۔ دونوں ایک قسم کے شاہ نامے ہیں۔ قطب مشتری کا مرکزی کردار شہزادہ گولکنڈہ، محمد قلی ہے۔ عبدل کا ممدوح، سلسلہ عادل شاہی کے گل سرسبد، ابراہیم عادل شاہ ثانی کی ذات گرامی ہے۔ ایک افسانوی انداز میں اور دوسرا تاریخی انداز میں اپنے اپنے ممدوح کے صفات ذاتی کا تذکرہ کرتا ہے۔ وجہی کے مقابلے میں عبدل کے لیے فن کی زیادہ بڑی آزمائش ہے اس لیے کہ اسے تاریخی صداقت کو ملحوظ رکھنا پڑا ہے۔ اس کے برعکس وجہی نے ایک حقیقی و تاریخی کردار کو طلسم افسانہ میں مبتلا کیا ہے۔ غالباً اس کے پیش نظر تاریخ کو افسانہ بنانا تھا اس لیے اس کی مثنوی میں ایک قصہ ہے، ایک پلاٹ ہے۔ عبدل کی مثنوی

ذکر بڑے اہتمام سے کیا ہے۔ جب وہ شکار کو نکلتا ہے تو 'دمامیوں' پر چوبیں پڑتی ہیں۔ 'نشان' گرجتے ہیں جن کی 'ناد' کا لرزا زمین آسمان میں پڑتا ہے۔ آسمان تڑخ جاتا ہے اور لال بجلی کی شکل میں اس کا کلیجہ نکل آتا ہے۔ دریا اور سمندر میں تلاطم پیدا ہو جاتا ہے۔ زمین کا لہو پانی بن کر چاروں طرف نکل پڑتا ہے۔ درختوں کی شاخیں بالوں کی شکل میں بکھر جاتی ہیں اور زمین کے رونگٹے گھاس بن کر اس کے تن پر کھڑے ہو جاتے ہیں:

بکھر بال تن جھاڑ ہر ایک دھر
کھڑے رونگٹے گھاس سب آنگ بھر

ابراہیم نامہ کی ادبی اہمیت

وجہی کی قطب مشتری سے قطع نظر، ابراہیم نامہ قدیم اردو کی پہلی ادبی مثنوی ہے۔ اس سے قبل کی مثنویات، نظامی کی کدم راؤ پدم راؤ، اشرف کی نوسرہار، اور برھان الدین جانم کا ارشاد نامہ، اخلاق، مذہبی اور صوفیانہ موضوعات پر مشتمل ہیں۔ نہ تو ان کے موضوعات ادبی ہیں اور نہ اسالیب بیان۔ قطب مشتری اور ابراہیم نامہ، علی الترتیب دبستان گولکنڈہ اور دبستان بیجاپور کی پہلی ادبی مثنویاں ہیں، دونوں میں ایک گہری مماثلت بھی ہے۔ دونوں اپنے اپنے عہد کے نامور سلاطین کی مدح میں لکھی گئی ہیں۔

قطب مشتری میں خیال آرائی ھے۔ صرف اسکا مرکزی کردار شاھزادہ محمد قلی تاریخی حیثیت رکھتا ھے، باقی تمام افسانہ ھے۔ وجہی کے پیش نظر، محمد قلی کی ستائش کے باوجود اسے 'محمد قلی نامہ' بنانا مقصود نہیں تھا۔ اس کے برعکس عبدل نے اپنے ممدوح ابراھیم عادل شاہ ثانی کی شان میں ایك بزمیہ مثنوی لکھی ھے۔ مثنوی کے پیکر میں یہ در اصل ابراھیم کا قصیدہ ھے جس میں اس کے حسن صورت و سیرت، اس کے شہر بیجاپور و نورس پور، اس کے خیل و حشم اور اس کی ادب و فن نوازی کا تذکرہ ھے۔ وجہی نے غالباً تاریخی صداقت پر افسانوی پردے ڈالنے کی کوشش کی ھے۔ عبدل نے تاریخی حقیقت کو تخیل کی مدد سے افسانوی صداقت میں ڈھالا ھے۔ عبدل کا ممدوح، ابراھیم، اسکا شہر بیجاپور، اسکا دربار، اسکی رزم و بزم آرائیاں یہ سب تاریخی حقائق ھیں جنھیں عبدل نے شعری حقائق بنا کر پیش کیا ھے۔ عبدل کے تخیل کی کارفرمائی کا تمثیلی انداز ظاھر ھوتا ھے ابراھیم نامہ کے آخری حصے میں جہاں اس نے بسنت راؤ (شاہ بہار) کا تذکرہ کیا ھے کہ کس طرح وہ اپنے بہاریہ لاؤ لشکر کے ساتھ قدمبوسی حضرت عالم پناہ کے لیے حاضر ھوتا ھے۔ مثنوی کا یہ حصہ خالص تخیلی ھے ورنہ بسنت راؤ کی میزبانی کا جشن اور رقاصاؤں کے جوڑے، کاکل و مو اور دودۂ چشم، لب و لعل برگ، ساق و پا و پستان کی تفصیلات عبدل نے ابراھیم کے دربار میں خود

دیکھی تھیں۔

ابراھیم کی اس فرمائش پر کہ ع:

نوی بات مضمون کر ایک کتاب

عبدل کا پہلا استفسار جگت گرو سے یہ تھا کہ وہ کس زبان میں شعر کہے اس لیے کہ وہ 'عرب ہور عجم کی مثنوی' کی نہ زبان سے واقف ھے اور نہ اسلوب بیان سے۔ عبدل کا یہ عجز اس بات کا غماز ھے کہ عبدل کے پیش نظر شاہ نامہ فردوسی جیسے شاہ کار یا دربار ابراھیمی کے ظہوری اور ملک قمی جیسے با کمالوں کی شعری تخلیقات ہوں گی، جن کی همسری اس کے بس کی بات نہ تھی۔ یہ تو بہت بعد کو ملک الشعرا نصرتی کا حصہ تھا:

کیا شعر دکھنی کوں جیوں فارسی

عبدل کو اپنی ڈگر خود بنانا تھی، اس لیے ایک ادبی کارنامے کی تخلیق کے وقت وہ مذبذب سا نظر آتا ھے۔

جمالیاتی تصورات کے اعتبار سے عبدل اپنے جگت گرو کا سچا چیلا نظر آتا ھے۔ سخن و شعر کی تعریف کرتے وقت اس نے جن خیالات کا اظہار کیا ھے اس میں اس کا ابراھیم سے استفادہ مسلّم ھے۔ ان تصورات پر ھندو جمالیات کی گہری چھاپ ھے۔ عبدل خاص طور پر عقل اور بچن (لفظ) کے باھمی ربط کا ذکر تفصیل سے کرتا ھے۔ اس کے خیال میں شعر عبارت ھے شعور سے اور شعور کا ماخذ 'بچن' ھے:

بچن بِج ہے عقل کی مولکا
بچن باس ہے عقل کے پھول کا

بچن سے پھر تمام فنون کی رچنا (تخلیق) ہوتی ہے۔ بچن ہی سے ازل اور ابد کی طنابیں ملتی ہیں اور اسی سے 'ترلوک' جنم لیتے ہیں۔ جس طرح جوہری رتنوں کا پارکھ ہوتا ہے شاعر کو بچن کا گیانی ہونا چاہئیے۔ بچن اور ارتھ (معنی) کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ بچن ایک جھاڑ ہے اور ارتھ اس کے پھل ہیں۔ لفظ کو معنی سے پُر اسی طرح ہونا چاہئیے جس طرح انار بیجوں سے ہوتا ہے:

توں کر حرف جھاڑو کو سب بار دار
بھرے خوب معنی سو پھل آشکار
توں بھر بیج معنی سو جیوں بج انار
حرف بول تھوڑا، اَرتھ بے شمار

اس اعتبار سے وجہی، عبدل کا ہم خیال ہے (۱)

ھنر مشکل اس شعر میں یوچ ہے
کہ تھوڑے اچھیں حرف معنی سولے (۱)

اس میں شک نہیں کہ عبدل کی مثنوی فصاحت و بلاغت میں غواصی اور نزاکت خیال و صوت و آھنگ میں نصرتی کی مثنویات کی ہم مرتبہ نہیں، بلکہ سلاست میں وہ اپنے ہم عصر وجہی کی قطب مشتری سے بھی کم تر ہے اس لئے کہ عبدل کے یہاں آمد شعر کی وہ کیفیت

(۱) قطب مشتری: ص، ۱۵۰۔

نہیں ملتی جو ان شاعروں کے کلام کی خصوصیت ہے۔ عبدل کے مغلق اور پر از تشبیہات اسلوب کی گہری مماثلت محمد قلی قطب شاہ کے کلام میں ملتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سترھویں صدی کے پہلے دھے تک اردو زبان اور اسالیب پر ھندی کی گہری چھاپ رھی ہے۔ لیکن گولکنڈہ میں وجہی کی قطب مشتری اور بیجاپور میں صنعتی کے قصہ بے نظیر سے زبان و اسلوب دونوں یك لخت بدلتے ھیں ۔ اور بقول وجہی «بیت سلیس» کا دور شروع ہوتا ہے ۔ دبستان بیجاپور میں عبدل سے قبل اہم ادبی نقوش شاہ برھان الدین جانم سے یادگار ھیں ۔ ان کی مثنوی «ارشاد نامہ» ھندی صوفیانہ مصطلحات سے گران بار ہے ۔ عبدل کے پیش نظر دوسرا نمونہ خود شاہ استاد ابراھیم کی تصنیف «کتاب نورس» کا تھا، جو زبان و بیان کے اعتبار سے کئی بولیوں کا آمیزہ ہے اور موسیقی کی ھندی اصطلاحات سے بھرا ہوا ہے۔ عبدل کو اسی مغلق زبان میں اظہار کی کاوش کرنا پڑی۔ یہی وجہ ہے کہ ابراھیم نامہ سلاست و فصاحت کا وہ نمونہ پیش نہیں کرتا جو عبدل کے فوراً بعد آنے والے شاعر صنعتی بیجاپوری کے «قصہ بے نظیر» (۱۰۵۵ ھ / ۱٦٤٥ ء) میں ملتا ہے۔ صنعتی نے اپنی مثنوی ابراھیم نامہ کے صرف ۳٤ برس کے بعد تصنیف کی تھی، لیکن یہ زبان وبیان، روانی و سلاست کے اعتبار سے غواصی کی مثنویات کی ہم پلہ ہے. صنعتی نے دبستان بیجاپور کے

اسالیب شعر کو نیا موڑ دیتے وقت ان خیالات کا اظہار کیا ھے :

رکھیا کم سہنسکرت کے اس میں بول
ادك بولنے تے رکھیا ھوں امول

جسے فارسی کا نہ پکھ گیان ھے
سو دکھنی زبان اس کو آسان ھے

سو اس میں سہنسکرت کا ھے مراد
کیا اس تے آسانگی کا سواد

کیا اس تے دکھنی میں آسان کر
جو ظاھر دسیں اس میں کئی کئی ھنر [۱]

'سہنسکرت' سے دکھنی کی طرف یہ گریز دبستان بیجاپور کی زبان اور اسالیب ادبی میں ایك بڑی تبدیلی کا اعلان ھے۔ یہ اعلان ھے کہ اردو زبان جگت گرو کے دربار اور اس کے شاعر نامدار عبدل کی بچن پوجا سے آزاد ھو چکی تھی۔ تقریباً اسی قسم کی تبدیلی وجھی اور غواصی کی بدولت دبستان گولکنڈہ میں رونما ھو رھی تھی، جہاں محمد قلی قطب شاہ کی ادق اور مغلق زبان سے گریز کیا جا رھا تھا۔ ابراھیم نامہ کا اسلوب شعر اپنی انفرادیت کے باوجود ابراھیم کی کتاب نورس کی روایت شعر سے منسلك ھے۔ اسمیں سلاست و فصاحت کے مقابلے میں خیال آرائی اور تخیلی کشیدہ کاری ملتی ھے۔ آمد کی بجائے آورد کا احساس

(۱) قصہ بے نظیر ص ۲۶، مرتبہ عبدالقادر سروری .

ہوتا ہے اور زبان میں چٹخارے کی بجائے لفظی مینا کاری کا رجحان پایا جاتا ہے۔ یہ بہ شکل مثنوی قصیدہ ہے، لیکن نہ تو اسمیں قصیدہ کا شکوہ اور نہ مثنوی کی روانی پائی جاتی ہے۔ ہر چند اس کا عہد ہندی شاعری کے بھکتی کال کے متوازی ہے لیکن اس مثنوی کا مزاج ریتی کال کا ہے یعنی 'بھاونا' اور جذبہ کی بجائے لفظ پرستی اور صنعت گری کا رجحان حاوی ہے۔ صنعت گری میں زور، تشبیہ، استعارہ اور تمثیل پر ہے۔ بالخصوص مثنوی کے آخری حصے میں جہاں بہار کو بسنت راؤ کے روپ میں متشکل کیا گیا ہے، خالصةً تمثیلی پیرایہ ہے۔ مثنوی کے خاتمہ پر ہر چند عبدل، وجہی کی طرح نہیں کھل کھیلتا اور وصل کی 'گھانگر اگھول' سے اس کا دامن پاک ہے، تاہم اختتام بر رقاصاؤں کے حسن و شباب کی تصویر کشی میں لذتیت پائی جاتی ہے جو ایک ایسے شاہ کے مزاج کے مطابق ہے جسکا مسلک یہ رہا ہے:

''ایک حسین عورت اور طنبورا چاہیے''(۱)

جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے عبدل کے اسلوب شعری کی سب سے بڑی کشش اسکی قوت بیان، نادر تشبیہات اور ہندو دیو مالا کی تلمیحات کے استعمال میں مضمر ہے۔ مثلاً نورس محل کی تعمیر کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:

کہ یا رات دن کے دو مزدور دھر
نورس محل کا کانم بنیاد کر

---

(۱) کتاب نورس۔

لیا گگن کا ٹوکرا دیس سر
سُورِج اینٹ مانک سو دھر چرخ بھر
نت اٹھ دو ھوے سو (وو) دریا منجھار
چووے نیر پرگٹ ھو کرنا کی دھار
یہیں رات بھی سیس آپن دھرے
گِلاوا موتیوں چاند چونا کرے
کَلا ٹوکرا بھی جو سٹ لیائے کر
پڑیاں اُچھل چھیٹا ھو تارے بکھر

تقریباً یہی تمثیلی انداز 'در تعریف مجلس حضرت شاہ عالم پناہ' و ''در تعریف کہ شب گذشتہ و روز خود را آراستہ کردہ بہ مجلس شاہ آمد'' میں ملتا ھے۔ آمد صبح کو استعارہ اور کنایہ کی زبان میں دیکھیے:

اڑی رات کویل گگن بن اوپر
نکل دیس کا باز سچ صبح پر
پکڑ سُرج چنگل سوں نکھ کِرن رات
دسیا لال لوھو شفق گگن دھات (۴۱۰-۴۰۹)

مجموعی طور پر کہا جا سکتا ھے کہ ابراھیم نامہ میں جو صناعی ملتی ھے اس کا جواب قدیم اردو ادب میں اور کہیں نہیں ملتا۔ عبدل اپنے اسلوب کا خود بانی ھے۔ اس کے اس اجتہادی منصب پر نظر رکھئے تو اس کی مثنوی میں روانی کا نہ ھونا، فعولن فعولن فعولن فعول، جیسے رواں دواں ارکان رکھنے والی بحر کے استعمال کے باوجود مثنوی

میں سست گامی اور ٹھٹھک کا موجود ہونا، مبالغہ اور غلو کا کثرت سے استعمال، یہ سب اس وجہ سے تھا کہ عبدل کو ایک ایسی زبان میں لکھنا پڑا جو ابھی تک ادبی اسالیب سے نا آشنا تھی۔ وہ ایک ایسی ناتراشیدہ و ناھنجار زبان میں 'شاہ نامہ' لکھنے کی کوشش کر رہا تھا جو عرب و عجم کی مثنوی کے اسالیب سے بے بہرہ تھی۔ تاہم عبدل کی حیثیت محض تاریخی نہیں۔ ابراھیم نامہ بالذات ایک اہم شعری کارنامہ ھے جو اپجی بھی ھے اور بیانیہ و تمثیلی شاعری کے اسلوب کا ماخذ بھی۔ یہ کہنا زرا مشکل ھے کہ نصرتی، جو غواصی کی سیف الملوک و بدیع الجمال کا دم بھرتا ھے لیکن جو اپنے دبستان کے بانی و پیشرو سے کلیةً اغماز کرتا ھے، 'شاہ نامہ دکن' (علی نامہ) کی تخلیق کر سکتا اگر عبدل نے اس کے لئے راہ ھموار نہ کی ھوتی۔ تاریخ ادب کا یہ ایک راز سربستہ رھے گا کہ دکن کے کسی شاعر یا تذکرہ نگار نے غریب الدیار عبدل دھلوی کے اس ادبی کارنامے کا تذکرہ نہیں کیا ھے جس کی قرأت ایک ذھنی مشقت بھی ھے اور ایک وسیلہ مسرت بھی!

ابراھیم نامہ کی زبان

ابراھیم نامہ کی زبان کا تجزیہ کرنے سے قبل اس کے سلسلے میں چند باتوں کا ذکر ضروری ھے۔

اس سلسلے میں پہلی بات یہ ھے کہ عبدل اپنی زبان کو "ھندوی" بتاتا ھے اور خود کو "دھلوی":

ع زبان ھندوی مجھ، سو ھوں دھلوی

جیسا کہ عبدل کے حالات پر پچھلے صفحات میں تبصرہ کرتے ہوئے ہم اشارہ کرچکے ھیں کہ اس کی یہ نسبت دھلی کس انداز کی ھے، یہ بحث طلب ھے۔ اس کا بھی امکان ھے کہ وہ بیجاپور میں نووارد کی حیثیت رکھتا ھو اس لئے کہ خود اس کے بقول ابراھیم جگت گرو کی سخن پروری کا شہرہ سن کر «چھپن دیس» کے 'کلاونت' اور 'بدیاونت' اس شہر میں دور دراز علاقوں اور ملکوں سے آکر بس گئے تھے۔ عبدل کی نسبت دھلی کے سلسلے میں ایک دوسرا قیاس یہ بھی ھوسکتا ھے کہ اس کے بزرگوں میں سے کوئی آکر یہاں بس گیا ھوگا، اور جس طرح دکن کے بے شمار خاندان تا حال اپنی بیرونی نسبت پر فخر کرتے ھیں، عبدل کا خود کو دھلوی بتانا بھی کچھ اسی قسم کا ھوگا۔ یہ بھی ممکن ھے کہ عبدل اپنے والدین کے ساتھ بچپن میں بیجاپور آگیا ھو اور اس لئے اس کے ذوق ادب اور لسانی شعور کا گھوارہ یہی شہر ھوگا۔

ان مسائل کو حل کرنے میں عبدل کی زبان کے تجزیہ سے خاصی مدد لی جاسکتی ھے، اگر عبدل کی زبان کا تقابلی مطالعہ اس کے پیش رو بیجاپوری مصنف شاہ برھان الدین جانم کی مستند تصنیف «ارشاد نامہ» اور اس کے بعد کی ایک اور مستند تصنیف صنعتی بیجاپوری

99172

در اصل توصیف نامہ یا قصیدہ ھے جس کی جزئیات تاریخی صداقت سے پر کی گئی ھیں ۔ یہ صحیح معنوں میں شاہ نامہ ھے ، ھر چند شاہ نامہ دکن لکھنے کا افتخار ملک الشعرا نصرتی کو حاصل ھوا ، جس نے ۶۶/ ۱۶۶۵ ء میں « علی نامہ » لکھ کر علی عادل شاہ ثانی کو زندہ جاوید کردیا ۔ تاھم نصرتی کے عبدل سے مکمل اغماز کے باوجود « علی نامہ » کی تصنیف کے پس پردہ « ابراھیم نامہ » کا تصور ضروری ھے ۔

مصنف :

« ابراھیم نامہ » کا مصنف عبدل دھلوی ھے ۔ ابراھیم نامہ کی داخلی شہادتوں کے علاوہ قدیم اردو کے اس اھم شاعر اور سرخیل دبستان بیجاپور کے بارے میں اور کسی قسم کی معلومات تا حال دستیاب نہیں ھوسکی ھیں ۔ بیجاپور کی تمام معاصر تاریخیں اور شمال و دکن کے تمام تذکرے اس کے ذکر سے خالی ھیں ۔ دبستان بیجاپور کی آنے والی نسلیں بھی اس کے ادبی کارناموں سے غافل دکھائی دیتی ھیں ۔ جب کہ بیجاپور کے شاعر گولکنڈہ کے متقدمین تک کو سراھتے ھیں ، نصرتی جیسا شاعر تک عبدل کے بارے میں خاموش ھے ۔ عبدل سے بیجاپوری شعرا کا یہ اغماز ممکن ھے اس وجہ سے ھو کہ وہ دھلوی تھا ۔

عبدل نے « ابراھیم نامہ » میں اپنے دھلوی ھونے کا تذکرہ کیا ھے اور اپنی زبان کو « ھندوی » کے نام سے یاد کیا ھے :

کی « قصه بے نظیر » کی زبان سے کیا جائے تو اس بات کا بہ آسانی تعین کیا جاسکتا ھے کہ عبدل کی زبان، دبستان بیجاپور کی زبان سے کہاں تک مماثل ھے یا اختلاف رکھتی ھے ۔ اس تقابلی مطالعہ کو وسعت دے کر اگر عبدل کے ھم عصر اور گولکنڈہ کے نامور ادیب، ملا وجہی کی زبان کو بھی اس میں شامل کرلیا جائے تو عبدل کی زبان کے وہ تمام اختلافات نمایاں کیے جاسکتے ھیں جو اس کے دھلوی ھونے کے باعث پیدا ھوسکتے ھیں ۔ جانم، صنعتی، وجہی اور عبدل کی زبان میں مشترک عناصر کی بہتات ھے، جس کا تفصیلی جائزہ ھم آئندہ صفحات میں لیں گے ۔ یہاں چند ایسے بنیادی اختلافات لسانی کا ذکر کیا جائے گا جو عبدل کو دکنی کی اسانی روایت سے علیحدہ ثابت کرتے ھیں :

(۱) جانم، وجہی اور صنعتی کے برعکس عبدل کی زبان میں [چ] تاکیدی، جسے دکنی کی کلید کہا جاسکتا ھے، اور جو شمالی اور دکنی اردو میں ما بہ الامتیاز ھے، ایک بھی مثال نہیں ملتی ۔ دکنی میں یہ [چ] تاکیدی مرھٹی سے مستعار ھے اور شمالی ھند کی بولیوں میں مفقود ھے، گجراتی میں [ھی] کے ساتھ ساتھ [ج] تاکیدی کا استعمال ھوتا ھے ۔ دکنی اردو میں [چ] تاکیدی [ھی] کے ساتھ مرکب بھی ھوجاتی اور اس وقت [ھی] کا تلفظ صرف

[ی] ہو جاتا ہے ۱ ۔

(۱) مرہٹی میں یہ لاحقہ [چَ] [چِ] اور [چی] تینوں شکلوں میں ملتا ہے ۔ اس کا ماخذ حسب ذیل ہے :

سنسکرت : چَ ایوَ : چیو : پراکرت : چِ ا ۔ چ ۔ چَ

اس لاحقہ کا استعمال اب تک شمالی ہند کی کسی بولی میں نہیں مل سکا تھا، لیکن حال میں ڈاکٹر ماتا پرساد گپت نے سولہویں صدی عیسوی کے آغاز کی ایک ہندی تصنیف شعر « کتب شتک » مرتب کر کے شائع کی ہے، جس میں [چ] تاکیدی کا استعمال دو جگہ کیا گیا ہے ۔ اس تصنیف کے نہ تو مصنف کا علم ہے اور نہ سنہ تصنیف کا ۔ البتہ اس کے قدیم ترین نسخہ پر سنہ کتابت درج ہے جو ۱۶۳۴ سمبت ہے، جو مطابق ہے ۱۵۷۵ سنہ عیسوی کے ۔ اس لئے کتب شتک کا اس تاریخ سے قبل تصنیف کیا جانا مسلم ہے ۔ اس طویل نظم (شتک = سو) میں دھلی کے شہنشاہ فیروز شاہ کے شہزادے « قطب الدین » اور دھلی کے قاضی دانشمند کی لڑکی « صاحبہ » کے عشق کی داستان ہے ۔ قطب الدین اور دانشمند دونوں کا وجود تاریخ سے ثابت نہیں ہوسکا ہے ۔ اس تصنیف کی زبان اور دکنی میں غیر معمولی لسانی مماثلت ہے جو میرے اس نظریہ کی تائید کرتی ہے کہ دکنی، قدیم اردو کا مقامی نام ہے اور کوئی علحدہ لسانی وجود نہیں رکھتی ۔ چودھویں تا سولھویں صدی عیسوی شمال تا دکن ایک ہی زبان رائج تھی جسے خسرو اور باجن نے « دھلوی » کے نام سے =

(۲) مرہٹی سے مستعار ایک اور لفظ جو دکنی کی کلید ھے اور قدیم و جدید میں جس کا تسلسل قایم ھے حرف انکار «نکو» ھے جو نہ، نا، نیں اور نا نہیں وغیرہ کے ساتھ کثرت سے استعمال ھوتا آیا ھے۔ عبدل نے اس حرف کو بھی ابراھیم نامہ میں مطلق استعمال نہیں کیا ھے[۱]۔

= پکارا ھے۔ اور دکن کے ابتدائی مصنفیں بشمول عبدل نے ھندی یا ھندوی کے ناموں سے۔

کتب شدتک میں [چ] تاکیدی دو جگہ استعمال کی گئی ھے:

۱ ۔ ع: پھر ایک چا رات بیتی (۳۸)

۲ ۔ ع: پڈھماں چی سنگاری بولی (۹۲)

اگر [چ] تاکیدی کی مزید مثالیں شمالی ھند کی بولیوں کے قدیم ادب میں مل جائیں تو اس مسلمہ رائے کو بدلنا پڑے گا کہ یہ لاحقہ دکنی نے مرہٹی سے مستعار لیا ھے۔ اس صورت میں صرف اسقدر کہا جاسکے گا کہ دکنی قواعد کی یہ خصوصیت بھی، دیگر لسانی خصوصیات کی طرح شمال سے آئی ھے اور اس کی تائید مرہٹی نے بھی کی ھے۔ لیکن محض ایک تصنیف کی لسانی شہادت پر کوئی کلیہ قایم کرنا قبل از وقت ھوگا۔

(۱) اس کے انڈویرین ماخذ کے بارے میں ایک سے زائد رائیں ھیں۔ ذیل میں سب سے مستند اشتقاق درج کیا جاتا ھے: سنسکرت: نَ کَھلَ۔ پراکرت: نَکّھو۔ مرہٹی: نکو، دکنی:=

مذکورہ بالا دو بنیادی اختلافات کے علاوہ حسب ذیل اختلافات بھی عبدل کی لسانی اجنبیت کی شہادت دیتے ھیں۔

(۱) دکنی کے افعال کی شکلیں کر کو (بجائے کر کے) جا کو (بجائے جا کے) جس کی بالخصوص صنعتی کے قصہ بے نظیر میں بہتات ھے۔ عبدل کی زبان میں نہیں پائی جاتیں۔

(۲) عبدل آوے، جاوے کی بجائے اکثر اوقات برج کے «آؤ» «جاؤ» استعمال کرتا ھے۔

(۳) تراکیب سے حروف ربط کا اخراج قدیم اردو کی عام خصوصیت ھے اور دکن کے دوسرے ادیبوں کے یہاں بھی پائی جاتی ھے لیکن جس کثرت سے عبدل نے ایسی ترکیبیں استعمال کی ھیں اس کی مثالیں دوسروں کے یہاں نہیں ملتیں: مثلاً زبان گنج (زبان کا گنج) ۔ چت جناور (دل کا پرندہ) شاخ گیان (علم کی شاخ) ۔ رات پردا (رات کا پردہ) ۔ شاہ تیزی (شاہ کے گھوڑے) تخت ٹھاؤں (تخت کی جگہ، دارالسلطنت) ۔ بھنور نین (آنکھوں کے بھنورے) ۔ ان لسانی شہادتوں کی روشنی میں اگر یہ قیاس کیا جائے کہ عبدل کی حیثیت بیجاپور میں نووارد کی ھوگی تو بے جا

= نکو، نکّو۔ اس حرف انکاری کی کوئی مثال شمالی ھند کی بولیوں میں تا حال دستیاب نہیں ھو سکی ھے اور دکنی مخطوطات کی شناخت کی یہ مستحکم دلیل ھے۔

نہ ہوگا۔ اس استدلال سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ عبدل کی ہندوی (دہلوی) دربار بیجاپور کے لئے لسانی اعتبار سے قابل قبول تھی۔ یہ اس بات سے بھی ثابت ہے کہ مہاراشٹر اور اس کے جنوب تک، نواح دہلی کی ایک سے زائد بولیوں کے اثرات پہونچے تھے جن میں ادبی زبانوں کے طور پر کرشن بھگتی کی زبان برج بھاشا تھی اور جوگیوں سنتوں کی زبان 'سدھکڑی' کھڑی بولی۔ دبستان بیجاپور پر برج بھاشا کی ادبی روایت حاوی رہی ہے۔ اس کی مثالیں شاہ میراں جی شمس العشاق، شاہ برہان الدین جانم (سکھ سہیلا)، ابراہیم عادل شاہ ثانی (کتاب نورس) سے لے کر علی عادل شاہ ثانی کی کلیات کے گیتوں کی زبان تک پہونچتی ہے۔ کتاب نورس میں برج اور کھڑی کی آمیزش بھی ملتی ہے۔ ابراہیم نامہ کی طرح اس میں بھی [چ] تاکیدی کا استعمال نہیں ملتا۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں دراصل دبستان بیجاپور میں کئی بولیوں میں آنکھ مچولی ہو رہی تھی۔ خود شہر بیجاپور کنڑی کے علاقے میں واقع ہے لیکن اس شہر پر عہد قدیم سے مرہٹی اور مرہٹوں کے اثرات رہے ہیں۔ مغل سفیر اسد بیگ کی شہادت موجود ہے کہ ابراہیم اپنے اکثر درباریوں سے مرہٹی میں بلا تکلف گفتگو کرتا تھا۔

ادبی سطح پر اس لسانی تنوع کے باوجود دکن میں عام بول چال اور رابطہ کی زبان کی حیثیت سے زبان

دھلوی کا (جو قدیم ھریانی اور کھڑی پر مبنی تھی) عام چلن ھو چکا تھا۔ شاہ برھان الدین جانم نے اگر ''سکھ سہیلا'' برج میں لکھی ھے تو ''ارشاد نامہ'' کے لئے زبان دھلوی کو (جسے وہ گوجری اور ھندوی کے نام سے یاد کرتے ھیں) استعمال کیا ھے۔ ابراھیم کی ''کتاب نورس'' تک کے بعض گیت صاف دکنی اردو میں ھیں، حالاں کہ موسیقی اور گیتوں کے لئے برج بھاشا مختص ھو چکی تھی۔ دبستان گولکنڈہ میں عبد اللہ قطب شاہ کے گیت اس کی نمایاں مثال ھیں۔

مذکورہ بالا پس منظر میں اگر عبدل کی ''ھندوی'' کا جائزہ لیا جائے تو کیا باعتبار صوتیات اور کیا باعتبار صرف و نحو اپنے معاصرین کی زبان سے وہ بہت زیادہ مختلف نہیں۔ اس کی دو ھی وجہیں ھو سکتی ھیں۔ پہلی یہ کہ غالباً عبدل کی تعلیم و تربیت بیجاپور کے ماحول میں ھوئی ھو گی۔ دوسری یہ کہ سنہ ۱۶۰۰ء کے لگ بھگ شمالی اردو اور دکنی اردو میں کوئی معتدبہ فرق نمایاں نہیں ھونے پایا تھا۔

جہاں تک صوتیاتی خصوصیات کا تعلق ھے عبدل کی زبان اور دیگر معاصر مصنفین دکن کی زبان میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا:

(الف) ھکاری تلفظ: کھوٹ (کوٹ)۔ کھوں (کوں)۔

کھیا (کہا)۔ ارھتھ (ارتھ = معنی)۔

(ب) غیر ھکاری تلفظ : باندنا (باندھنا)۔ چڑنا (چڑھنا) وغیرہ۔

(ج) انفی تلفظ : کاں (کا)۔ کوں ۔ توں ۔ بیتیں (بیتے)۔

(د) غیر انفی تلفظ : چارو (چاروں)۔ کرنا (کرناں = کرنیں)۔ انگلیا (انگلیاں)۔ جھاڑو (جھاڑوں)۔ چوسٹھ (چونسٹھ)۔ سو (سوں)۔ تارو (تاروں)۔ ڈھوڈنا (ڈھونڈنا)۔ اگن (آنگن)۔

(ہ) تخفیف مصوتہ : سُرِج (سورج)۔ بِج (بیج)۔ کہکش (کہکشاں)۔

(و) اضافہ مصوتہ : جالنا (جلنا)۔ موجھ (مجھ)۔ سانچا (سچّا) چاکھنا ۔ عَقَل ۔ عِشَق ۔

جہاں تك مصمتوں کا تعلق ھے ، وجہی کی قطب مشتری کی طرح [ق] کا املا [خ] تو نہیں کیا گیا ھے لیکن ایك جگہ "لگام" کے بجائے "لغامی ا" لکھا گیا ھے۔ [گ] کا [غ] میں تبدیل پذیر ھونا دکنی اردو کی بھی خصوصیت ھے اور شمال کی عوامی بولی کی بھی مثلا اغالدان (اگالدان)۔ بیغم (بیگم)۔ غنڈا (گنڈا)۔ غٹرغوں (گٹرگوں) وغیرہ ۔ اسی طرح بندشی مسموع مصوتوں کا غیر مسموع میں بدل جانا قدیم اردو کی ایك عام خصوصیت جو عبدل کے یہاں بھی ملتی ھے مثلا پرگٹ یا پرکٹ ، لاد یا لات ۔ اور اسی طرح [پ] اور [ب] سے مرکب بعض الفاظ ۔

---

(۱) فارسی میں بھی "لغام" ھے (اسٹینگاس)۔

مصمتوں کے سلسلے کی ایک اهم صوتی خصوصیت جسکا صحیح تعین کاتب کے انداز کتابت کی بنا پر مشکل هے وہ هے [ر] اور [ڑ] کا مسئلہ۔ کاتب اکثر اوقات [ر] اور [ڑ] کے املا میں کسی قسم کا فرق نہیں کرتا اور پر ، پڑ ، جھڑنا ، جھرنا ایک هی انداز میں لکھتا چلا جاتا هے ، لیکن بعض اوقات وہ [ڑ] کو [ر] کے نیچے تین نقطے لگا کر بھی لکھ جاتا هے ۔ چنانچہ مرتب کے لئے یہ مسئلہ بحث طلب رهتا هے کہ وہ [جھر] کو جو [پر] کے ساتھ قافیہ کیا گیا هے [جھڑ] پڑھے یا [جھر] ۔ اگر برج بھاشا کے تلفظ کو پیش نظر رکھتا هے تو [ر] کے ساتھ تلفظ کیا جانا چاهئے اور اگر کھڑی اور هریانی بولیوں کا تلفظ پیش نظر هے تو [ڑ] کے ساتھ ۔ چوں کہ اس زمانے میں ان تمام همسایہ بولیوں کے تلفظات کا اثر اردو تلفظ پر پڑ رها تھا اس لئے یہ کہنا مشکل هے کہ مصنف کے پیش نظر کون سا تلفظ هو گا ۔ قدیم اردو کے قوافی میں اسی گڑ بڑ کے پیش نظر حاتم نے اپنے دیوان زادہ کے دیباچہ میں لکھا تھا کہ [ر] پر ختم هونے والے الفاظ کا [ڑ] پر ختم هونے والے الفاظ کے ساتھ قافیہ کرنا جائز نہیں ۔

حسب ذیل اسماء اس عہد کے مصنفین جانم ، وجہی اور صنعتی وغیرہ نے عبدل کے ساتھ مشترک طور پر استعمال کیے هیں :

آنب ۔ انجھو ۔ جگنی (جگنو)۔ دسن (دانت)۔ دھرت (دھرتی)۔ دیس (دن)۔ ڈونگر (پہاڑ)۔ گگن ۔ ڈھیگ (ڈھیر) بونگڑا (لڑکا)۔ بدك (گلے کا ھار)۔ نوا (نیا)۔ نیر (پانی)۔ کالوا (نالا)۔ اپار (بے حد)۔ جناور ۔ جھاڑ ۔ کہکش ۔ نام ۔ پان (پتہ)۔ سور (سورج)۔ پرکٹ (ظاھر)۔ نِس (رات)۔

عبدل نے عام طور پر دکنی اردو ھی کے اسمائے ضمیر استعمال کئے ھیں ۔ البتہ برج بھاشا کا ایك اسم ضمیر ''کُو'' بمعنی ''کوئی'' وہ کثرت سے استعمال کرتا ھے جو معاصر مصنفین کے یہاں نظر نہیں پڑا ھے ۔ دیگر اسمائے ضمیر جو عبدل نے استعمال کیے ھیں ، یہ ھیں : مجھ ، موجھ (میرا)۔ توں ۔ تجھ (تیرا)۔ ھمن ۔ اپس ۔ تمھن ۔ تمھ (تم)۔ انہنہ (وہ جمع)۔ یو ۔

اسم جمع : ھر چند دکنی اردو [ان] کی جمع پر [وں] کی جمع کو ترجیح دیتی ھے ۔ تاھم یہ خیال غلط ھے کہ [وں] کا استعمال دکن میں نہیں پایا جاتا ھے ۔ اشرف کی نوسرھار سے لے کر وجہی کی سب رس تك تقریباً ھر مصنف نے [وں] کی جمع استعمال کی ھے ، گو کہ یہ استعمال [ان] کے مقابلے میں ھمیشہ کمتر رھا ھے ۔ [ان] کی جمع کا ماخذ ھریانی اور کھڑی بولیاں ھیں جہاں یہ اب تك رائج ھے ۔ متقدمین شعرائے دھلوی کے یہاں اس کی

خال خال مثالیں مل جاتی ہیں اور دهلی کے روز مرہ میں یہ مخصوص تراکیب اور روز مرہ میں آج بھی سنائی دیتی ہے۔ عبدل نے دونوں انداز کی جمع کا استعمال کیا ہے بعض اوقات ایك ہی شعر میں یا قریب قریب کے اشعار میں (دیکھئے میخ کی جمع میخاں اور میخوں، علی الترتیب اشعار نمبر ٤٤٦ اور ٤٤٧ میں)۔ مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ عبدل نے [وں] کی جمع کا اپنے معاصر مصنفین کے مقابلے میں زیادہ استعمال کیا ہے۔ [وں] کی جمع ایك طرح کی کلید ہے کہ کسی مصنف کے آبا و اجداد شمالی ہند کے کس علاقے سے آئے تھے۔ [اں] کی تائید پنجابی، هریانی اور دوآبہ کی کھڑی سے ہوتی ہے۔

دکنی کے مخصوص افعال کے استعمال میں مذکورہ بالا مصنفین اور عبدل کی زبان میں اشتراك پایا جاتا ہے:

اهے (عبدل کے یہاں کمتر)۔ اتها (عبدل کے یہاں کمتر)۔ سپڑنا (عبدل کے یہاں کمتر)۔ سٹنا۔ دسنا۔ دهانا۔ سرنا۔ نپانا۔ گهالنا۔ سنجنا (جمع کرنا)۔

کم از کم ایك فعل ایسا ہے جسکی مثال ابھی تك کسی دوسرے دکنی مصنف کے یہاں نہیں مل سکی ہے۔ عبدل نے فارسی مصدر ”نمودن“ سے اردو فعل ”نمانا“ بمعنی، ظاهر کرنا، دکھانا، بنایا ہے اور کثرت سے استعمال کیا ہے۔

زباں هندوی مجھ ، سوهون دهلوی

نه جانوں عرب اور عجم مثنوی (۹۹)

نسخه س میں پہلے مصرع میں « سو » کا لفظ «سوں» لکھا ہوا هے ۔ جو « سو » کی انفی شکل هے ا ۔

ڈاکٹر زور نے نسخه سالارجنگ لائبرری کی جو نقل اپنے هاتھ سے کر کے اداره ادبیات اردو میں محفوظ کردی هے اس میں مصرع اول کی قرأت اس طرح کی هے ع « زباں هندوی مجھ سوں هور دهلوی» اور اس کے بعد یه نتیجه اخذ کیا هے که عبدل « سوائے هندوی اور دهلوی کے کوئی اور زبان مثلاً عرب یا عجم کی زبان نہیں جانتا » ۔ راقم نے سالارجنگ لائبرری کے مخطوطے کو بغور دیکھا اور اس میں واضح طور پر « هور » کی بجائے « هوں» تحریر کیا هوا پایا ۔ مصرع مذکوره میں « هوں » کی تصدیق نسخه اونده سے بھی هوتی هے جہاں « هوں » اعلان نون کے ساتھ درج هے ۔ اس لئے مصرع هذا کا صاف مطلب یه هے که عبدل ، ابراهیم عادل شاه ثانی کی فرمائش پر اعتذاراً عرض کرتا هے که اے جگت گرو ! میں کس زبان میں شعر کہوں اس لئے که میری زبان هندوی هے (زباں هندوی مجھ) اور میں دهلوی هوں (سو هوں دهلوی) ۔ اس

(۱) انفی « سوں » کی مثالیں معاصر ادب میں کثرت سے ملتی هیں : « جو کچھ محمد نے پایا سوں علی کوں سمجھایا » (وجہی : سب رس ، ص ٦ ، سطر ١٦ ۔ طبع دوم) ۔

عبدل نے علامت فعل ''سی'' کا بھی استعمال کیا ہے لیکن خال خال مثلاً ع:

دمامیوں دھمك سن نہ رہ سی سنبھال (۴۳۳)

عبدل کی زبان پر برج بھاشا کا اثر: دکنی اردو کے تانے بانے میں برج بھاشا کا تار سترھویں صدی کے ربع اول تك خاصا شامل رہا ہے۔ عبدل کی زبان بھی اس سے عاری نہیں۔ فعل مستقبل کے صیغے میں عبدل [گا۔ گی۔ گے] کی شکلوں کے علاوہ برج کے [ہ] سے مرکب صیغے کا بھی جا بجا استعمال کرتا ہے مثلاً:

۱ - ع: جو لگ تم نہ دیکھیو سو شہ کا دیدار (۴۸۸)۔

۲ - ع: موے جھاڑ جیویں تو دیکھیں دیدار (۴۹۱)۔

ان مصرعوں میں دیکھیو = دیکھو گے اور دیکھیں = دیکھیں گے۔ اسی طرح ''ملا'' اور ''ملے'' کے لئے برج بھاشا میں ''ملو'' کی شکل ملتی ہے۔ عبدل نے بھی یہ شکل استعمال کی ہے:

بدیا ونت، جتالوك عالم منجھار

ملو آئے کر بارگہ شہ تلھار (۵۷۱)

برج کا ایك اور روپ جو عبدل نے کثرت سے استعمال کیا ہے آؤ (بجائے، آئے یا آوے)، بجاو (بجائے، بجائے یا بجاوے) ہے:

ع: ملیا جھاڑ لشکر ہر ایك جنس آؤ (۵۲۳)

ع: ستر بانند ارواح پتلی کھلاؤ (۱۰)

ع: اگر ہاتھ دھر پکھ جو باجے بجاؤ (۲۸۰)

عبدل نے دکنی کے دیگر مصنفین کی طرح بعض اوقات برج بھاشا کے مصادر بھی استعمال کیے ہیں مثلاً کھیلن (۴۱۳) وغیرہ۔

جہاں تک حروف کا تعلق ہے دیگر مصنفین کی طرح عبدل بھی کے (بہت)، ہور، جرم (ہمیشہ)، ستی (سے) وغیرہ بے تکلف استعمال کرتا ہے۔ تاہم وہ «سو» (سے) کو «سوں» یا «سیں» کے بجائے کثرت سے استعمال میں لایا ہے۔

مذکورہ بالا لسانیاتی تجزیہ کے مطابق عبدل کے دہلوی ہونے کی شہادتیں ملتی ہیں۔ اس کی زبان پر برج بھاشا کا اثر، دکنی کے بعض کلیدی الفاظ (نکو، چ تاکیدی وغیرہ) کا موجود نہ ہونا، [وں] کی جمع کا [اں] کی جمع کے ساتھ ساتھ کثرت سے استعمال، یہ سب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ شاعر نووارد ہے۔ لیکن عبدل اور معاصر مصنفین کی لغات اور قواعد کی شکلوں کا غیر معمولی اشتراک؛ اس کا، ناریل کو «نالیر» لکھنا جو اب تک گجراتی زبان کا مستند لفظ ہے اور لغات میں پایا جاتا ہے، اس بات کو ثابت کرتا کہ اس «دہلوی» کو دکن کی سرزمین میں رہتے ہوئے خاصہ عرصہ ہو چکا ہوگا۔ اور یہاں اس کی تازہ وارد کی حیثیت نہیں ہوگی

بلکہ یا تو اس کے والدین بیجاپور میں آکر بس گئے ہوں گے اور وہ خود یہاں پیدا ہوا ہوگا، یا بچپن میں اپنے والدین کے ساتھ یہاں آ گیا ہوگا۔

تاریخ تصنیف ابراهیم نامه:

ابراهیم نامه کے دونوں نسخوں کے خاتمہ پر شاعر نے تاریخ تصنیف ان الفاظ میں بیان کی ہے:

بچن پھول گوند یوں براهیم نام
کیا سہس پر برس بارہ تمام

اس طرح ابراهیم نامه کا سال تصنیف سنه ۱۰۱۲ قرار پاتا ہے۔ نصیر الدین ہاشمی، ڈاکٹر زور، ڈاکٹر نذیر احمد اور دیگر محققین نے اسے سنه ہجری قیاس کیا ہے جس کا سنه عیسوی ۱۶۰۳/٤ بر آمد ہوتا ہے۔ غالباً ان محققین کی نظر مثنوی کے آخری عنوان پر نہیں گئی ہے جو دونوں نسخوں میں اس طرح ہے: ''در تواریخ ختم کتاب ابراهیم نامه شہور سنه ۱۰۱۲''۔ اس سنه شہور کو ہجری سنه میں تبدیل کر کے پھر عیسوی سنه نکالا جائے تو ۱۶۱۱/۱۲ نکلتا ہے اور یہی ابراهیم نامه کا سال تصنیف ہے[۱]۔

---

(۱) سنه ۱۰۱۲ شہور ۲۵ مئی ۱۶۱۱ء کو شروع ہوتا ہے جو مطابق ہے ۲۲ ربیع الأول سنه ۱۰۲۰ھ۔ یہ ختم ہوتا ہے ۲٤ مئی سنه ۱۶۱۲ء مطابق ۳ ربیع الثانی سنه ۱۰۲۱ھ۔
(به شکریہ ضیاء الدین ڈیسائی صاحب ارکیولاجکل سروے آف انڈیا)۔

ابراهیم نامہ کا (۲۱/۱۰۲۰ھ مطابق ۱۲/۱۶۱۱ء) میں تصنیف ہونا حسب ذیل اندرونی شہادتوں سے بھی ثابت ہے:

(۱) بیجاپور کا ودیا پور نام ۱۰۱۲ھ/۴-۱۶۰۳ء میں رکھا گیا تھا عبدل نے بدیا پور یا بدھیا استعمال کیا ہے، لیکن واضح طور پر لکھتا ہے کہ یہ بیجاپور کا ہی ایک نام ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس وقت تک شہر کے دونوں نام رائج ہوں گے۔ "در تعریف شہر بیجاپور گوید" کے عنوان کے تحت لکھتا ہے:

سنوں اب صفت شہ رھن تخت ٹھاؤں

بدیا پور نگر ہے بھی اس کا جو ناؤں

ابراہیم نامہ کی تصنیف تک اس نام کو رائج ہوئے تقریباً سات سال کی مدت ہو چکی تھی اور یہ خاصا عام ہو چکا تھا۔

(۲) نورس پور کی داغ بیل ۱۰۰۸ھ/۱۶۰۰/۱۵۹۹ء میں ڈالی گئی تھی۔ اگر ابراہیم نامہ کا سال تصنیف سنہ ۱۰۱۲ھ/۳-۱۶۰۲ء مانا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نئے شہر اور محلات کی تکمیل اس وقت تک مکمل ہو چکی تھی اس لئے کہ نورس محل کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن صاحب واقعات مملکت بیجاپور کا بیان اس سلسلے میں یہ ہے:

"اس شہر کی تیاری میں ڈھیل یکایک اس وجہ سے پڑ گئی

کہ نجومیوں نے پادشاہ سلامت سے عرض کی کہ اگر دار السلطنت بیجاپور سے اٹھایا گیا تو یہ کچھ ساز گار نہ ہو گا اور ضرور کوئی آفت عظیم نازل ہو گی ....'' ۱۔

لہذا ۱۰۱۲ سنہ ہجری کو سال تصنیف قرار دینا غلط ہے۔ جیسا کہ دونوں نسخوں کے آخری عنوان میں درج ہے یہ ۱۰۱۲ سنہ شہور ہے۔ اس لئے ابراہیم نامہ کا سنہ تصنیف ۲۱ - ۱۰۲۰ سنہ ھ مطابق ۱۲ - ۱۶۱۱ سنہء قرار پاتا ہے۔ اس لحاظ سے قدیم اردو کی ادبی مثنویات میں وجہی کی قطب مشتری (۱۰۱۸ھ/ ۱۰ - ۱۶۰۹ء) کو ابراہیم نامہ پر دو سال کا تقدم حاصل ہے۔

ابراہیم نامے کے مخطوطے

اب تک ابراہیم نامہ کے دو نسخہ خطی دریافت ہوے ہیں۔ اس کا سب سے قدیم نسخہ جس پر موجودہ متن کی اساس ہے کچھ عرصہ قبل تک ریاست اوندھ، مہاراشٹر کے چیف صاحب پنت پرتی ندھی کی لائبریری کی زینت تھا۔ چند سال قبل یہ بمبئی میں (Archives and Historical Monuments) میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ اس نسخے کو سب سے پہلے ایک مختصر مضمون کے ذریعے شری بھگوت دیال ورما نے روشناس کرایا تھا ۲۔

---

(۱) بشیر الدین احمد: واقعات مملکت بیجاپور حصہ اول ص ۲۱۰ تا ۲۱۱۔

(۲) دیکھئے رسالہ ہندستانی (الہ باد) بابت جنوری سنہ ۱۹۳۲ء۔

نسخه هذا خط نسخ میں ھے۔ اس کا سائز ٤ × ٦ انچ ھے اور یہ ٨٣ اوراق پر مشتمل ھے۔ ھر صفحے پر ٩ سطریں ھیں۔ عنوان جلی قلم سے لکھے ھوے ھیں۔ خط پاکیزہ ھے اور لفظوں پر اعراب لگانے کا اس زمانے کی کتابت کے مطابق خاص اہتمام رکھا گیا ھے۔ ان اعراب کی وجہ سے اکثر الفاظ کے سمجھنے میں آسانی ھو گئی ھے۔ آخر میں کاتب نے اپنا نام سید عبدالرحیم ابن سید یوسف دیا ھے۔ مرقع عادل شاھی ١ میں جن چار خطاطوں کے نمونے شامل ھیں ان میں ایک کا نام یوسف براھیم بھی ھے۔ سید عبدالرحیم اسی شاھی کاتب کا فرزند ھے۔ اگر اس کا باپ کوئی غیر معروف یوسف ھوتا تو وہ شاید اپنی کنیت کا اس انداز میں اعلان نہ کرتا۔ نسخه کے آخر میں تاریخ کتابت درج نہیں ھے لیکن اگر سید عبدالرحیم کا مرقع عادل، شاھی کے یوسف کا فرزند ھونا مسلم ھے تو کاتب ابراھیم عادل شاہ کے عہد سے تعلق رکھتا ھے۔ اور ممکن ھے اس نے یہ نسخه شاہی حکم سے تیار کیا ھو۔

اس نسخے کی کتابت کی اھم خصوصیات حسب ذیل ھیں:

(١) تمام نسخے میں اعراب لگائے گئے ھیں۔ یہ دکنی اردو کے قدیم ترین مخطوطات کا عام طرز املا ھے۔ (دیکھئے مخطوطات، کتاب نورس، قطب مشتری، کلیات محمد قلی قطب شاہ)۔

---

(١) مخزونہ سالار جنگ میوزیم، حیدرآباد۔

(۲) اعراب کے سلسلے میں ابراهیم نامه کی یہ خصوصیت قابل ذکر هے که الفاظ کا خاتمه حرف ساکن پر نہیں بلکه فتحه لگا کر متحرك لکھا گیا هے مثلاً توں = تونَ کھول = کھولَ - بوند = بوندَ - غالباً یه دیوناگری (یا مرهٹی) املا کے تتبع میں کیا گیا هے - جس میں خاتمه پر ساکن حرف کا تصور نہیں ملتا اس لیے که ك ، چ ، ت وغیرہ سنسکرت کے طرز املا کی روایت میں متحرك اصوات هوتی هیں - بعض اوقات کاتب غلط اعراب بھی لگا جاتا هے جو لفظ کو خارج از وزن بنا دیتے هیں ، مثلاً

ع رهے کھو عِشُق جی سو اُنه کے دوار

(یہاں صحیح املا عِشق هے جو وزن کے مطابق هے)-

یا ع بیٹھے دو طُرف راج کر طاق هو

(یہاں صحیح املا طَرَف هے جو وزن کے مطابق هے)-

(۳) گ اور ك دونوں میں کاتب ایك هی مرکز لگاتا هے مثلاً کیان (گیان)، جکت (جگت)-

(٤) [ب] اور [پ] کو خلط ملط کردیا گیا هے مثلا پھکڑی (پنکھڑی) کو بھکڑی اور بھرائے کو بھرائے لکھتا هے - ان کے برعکس بھور (بھنورا) کو پھور (شعر ۳) اور بھید کو پھید لکھتا هے (شعر ۳۹)-

(٥) [ڈ] اور [ڑ] دونوں کو [د] کے نیچے تین نقطے لگا کر ظاهر کرتا هے - کبھی کبھی [ڑ] کو صرف [ر] لکھتا هے - قدیم اردو کے متن کی تدوین کے

سلسلے میں یہ مسئلہ ھمیشہ زیر بحث رہے گا کہ قدیم اردو املا کہاں تک [ڈ] [ڑ] اور [ر] میں امتیاز کرتا ھے۔ دھلی کے نواح کی مختلف بولیوں میں ایک ھی لفظ تین طرح سے تلفظ کیا جاتا رھا ھے اس لئے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ فلاں لفظ میں [ڈ] ھے اور فلاں میں [ڑیار] ھے بولیوں کے نازک اختلافات پر نظر رکھنا پڑے گی۔ ابراھیم نامہ میں تعین تلفظات کی یہ دقتیں اکثر مقامات پر آتی ھیں۔

(۶) [ج] اور [چ] کے فرق کو بھی کاتب اکثر اوقات نظر انداز کرجاتا ھے۔

(۷) پیش اور واؤ مجہول، یائے معروف اور یائے مجہول کے اختلاط کی مثالیں تو ھر ھر صفحہ پر مل جائیں گی مثلاً ملک کو موالک (شعر ۵) لکھا گیا ھے۔

ابراھیم نامہ کا دوسرا نسخہ سالارجنگ لائبریری، حیدر آباد میں محفوظ ھے۔ اس کا فہرست نمبر ج ۱۰۰۱ ھے اور یہ ۶۲ صفحات پر مشتمل ھے۔ سائز ۵ × ۸ انچ اور ھر صفحہ پر ۱۲ سطریں ھیں۔ کاغذ دیسی حیدرآبادی ھے۔ اس نسخے کی ایک نقل ڈاکٹر زور نے اپنے ھاتھ سے کرکے ادارہ ادبیات اردو (حیدرآباد) کے کتب خانے میں محفوظ کردی تھی۔ اور اس کو جوں کا توں چھپوانے کی ناکام کوشش بھی کی تھی۔ نسخہ ھذا خط نستعلیق میں ھے اور سو سوا سو برس سے پیشتر کی تحریر معلوم نہیں ھوتا اس لئے کہ اس میں اردو کی کوز آوازوں (ٹ ۔ ڈ ۔ ڑ

وغیرہ) کے لئے قدیم تین نقطوں (ۭ) کے علاوہ [ط] کی
علامت بھی ملتی ہے۔ کوز آوازوں کے لئے [ط] کی
علامت کا سب سے پہلے استعمال فورٹ ولیم کالیج کے
مطبع سے شروع ہوا تھا اس لئے اس نسخہ کا سنہ ۱۸۰۰ء
کے بعد لکھا جانا مسلم ہے۔ جناب اشرف صاحب (کتب خانہ
سالارجنگ میوزیم) کی شہادت کے مطابق اس کا کاغذ
۱۲۳۰ھ / ۱۸۱٤ء تا ۱۲۵۰ / ۱۸۳٤ کے درمیان کا ہے اور
شہر حیدر آباد کا بنا ہوا ہے۔ اس شہادت سے بھی اس کا
فورٹ ولیم کے مطبع کی مطبوعات کے عام ہوجانے کے
بعد لکھا جانا مسلم ہے۔ کاتب کا تعلق ایک عبوری دور
سے ہے یعنی جب [ط] کی علامت کوز آوازوں کے لئے
عام نہیں ہوئی تھی اور تین نقطوں (ۭ) کی علامت ابھی
مکمل طور پر ترک نہیں کی جاسکی تھی اس لئے وہ بعض
مقامات پر غالباً قاری کی ذہانت پر بھروسہ نہ کرتے ہوئے
دونوں علامتوں کا ایک ہی لفظ پر بیک وقت استعمال
کرتا ہے۔ مثلاً

ع: بلکا عارفوں کی دکھا نظر ھاتؔ

یا ع پڑے زہر جھر ڈاڈھ سیاھی بھراں

نسخہ اونڈہ (الف) اور نسخہ سالار جنگ (س)
جیسا کہ مذکور کیا جا چکا ہے خاصے فصل سے کتابت
کیے گئے ہیں۔ دونوں کے درمیان تقریباً دو سو سال کا
عرصہ حائل ہے۔ متن کے بے شمار اختلافات سے اس امر کا

یقینی ہونا ثابت ہے کہ نسخہ س، نسخہ الف سے نقل نہیں کیا گیا ہے۔ تاہم دونوں نسخوں میں ایک قریبی ربط ہے۔ دونوں میں اشتراک کے ایسے عناصر پائے جاتے ہیں جن کی بناء پر ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ نسخہ س، نسخہ الف کی کسی نقل کی نقل ہے۔ ممکن ہے درمیان میں ایک ہی کڑی ہو یا ایک سے زائد کڑیاں بھی ہو سکتی ہیں۔ اس سلسلے میں حسب ذیل امور قابل غور ہیں:

(۱) دونوں نسخوں میں ایک ہی شعر (نمبر ۴۹) میں عبدل کا املا 'ابدل' لکھا ملتا ہے۔ باقی ہر مقام پر صحیح املا عبدل لکھا ہوا ہے۔

(۲) دونوں نسخوں میں ''گیسودراز'' کا املا ''گس الداز'' لکھا گیا ہے حالاں کہ دونوں میں عنوان کے اندر صحیح املا ''گیسودراز'' لکھا گیا ہے۔ (شعر ۶۱)

(۳) دونوں نسخوں میں شعر نمبر ۱۰۰ کا دوسرا مصرع ایک ہی انداز کی غلط عبارت میں ہے ع:

توں ہر ایک زباں کر شعر توں بات کوں۔

(۴) شعر ۱۲۳ میں دونوں نسخوں میں ''غواص'' کا املا ''غواس'' لکھا گیا ہے۔

اس قسم کی مثالیں کم و بیش دو درجن سے زائد ہیں جن سے دونوں نسخوں کے باہمی ربط پر روشنی پڑتی ہے، حواشی میں ان کا جا بجا ذکر کر دیا گیا ہے۔

تجزیہ کی روشنی میں یہ مسلم ہے کہ عبدل دہلوی تھا۔ اس کے غیر دکنی ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ دکنی اردو کی بعض کلیدی صرفی اور نحوی خصوصیات مثلاً "چ" تاکیدی "نکو" "آکو" "جاکو" (بجائے آکے یا آکر، جا کے یا جاکر) ابراہیم نامہ میں مفقود ہیں۔ تاہم زبان کی قواعد کا عام کینڈا اور فرہنگ وہی ہے جو دکنی اردو کے ہم عصر شعرا مثلاً وجہی یا صنعتی کے یہاں پائی جاتی ہے۔ بالخصوص ہندی لغات کی بہتات جو دبستان بیجاپور کی نمایاں خصوصیت ہے، عبدل کے یہاں بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ ہندی لغات کی بہتات کی ایک وجہ یہ قیاس کی جاسکتی ہے کہ خود شمالی ہند میں سنہ ۱۶۰۰ء کے آس پاس کی زبان ان سے مملو تھی جیسا کہ محمد افضل، افضل کی "بکٹ کہانی" (بارہ ماسہ) کی زبان سے ظاہر ہے۔ دکن میں ایسے الفاظ کی تائید ہند آریائی مراٹھی سے بھی ہوتی رہی ہے جس کا بیجاپور کے دبستان پر گہرا اثر رہا ہے۔ ابھی یہ بحث طلب ہے کہ عبدل بیجاپور میں نوارد کی حیثیت رکھتا تھا، یا اس کی نسبت دہلوی محض ایک خاندانی تفاخر کی باقیات تھی۔ بہت ممکن ہے اس کے والدین دہلی سے ہجرت کر کے بیجاپور پہونچے ہوں اور وہ خود بیجاپور میں پیدا ہوا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کم سنی میں والدین کے ساتھ بیجاپور پہونچا ہو۔ اس لیے کہ اگر وہ شاعرانہ کمال کے ساتھ بڑی عمر میں دہلی سے

شکریہ

ابراھیم نامہ کی تہذیب و ترتیب کا کام نا ممکن ہوتا اگر محترمی پروفیسر نجیب اشرف ندوی صاحب کی توجہ اور توسط سے نسخہ اونده کی فوٹو نقل بمبئی آرکائیوز سے حاصل نہ ہوتی۔ پیرانہ سالی میں بھی جس جوان ہمتی اور خوشدلی کے ساتھ ندوی صاحب علمی و تحقیقی کام میں دوسروں کے لیے سینہ سپر ہو جاتے ھیں وہ صرف اگلے وقتوں کے بزرگوں سے مخصوص ھے، ورنہ آج کل علمی فیاضی اور ممنونیت دونوں کا فقدان ھے۔

اپنی رفیقۂ شعبہ زینت ساجدہ صاحبہ کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے نسخہ سالار جنگ لائبریری کی مکمل نقل، جو ان کے پاس موجود تھی، بلا تکلف میرے حوالے کر دی، جس کی وجہ سے مجھے بار بار لائبریری جانے کی زحمت نہ کرنا پڑی اور وقت کی بچت ہوگئی۔

آخر میں اس ممنونیت کا اظہار بھی ضروری ھے کہ قدیم اردو کے موجودہ خصوصی شمارہ کو روایات سابقہ کے مطابق شائع کرنا کسی طرح ممکن نہ ہوتا اگر ایچ۔ ای۔ ایچ۔ دی نظام چیریٹیبل ٹرسٹ کی مالی امداد شامل حال نہ ہوتی۔ اسی ٹرسٹ کے گراں قدر عطیہ سے قدیم اردو کا دوسرا شمارہ بھی شائع ہوا تھا اور موجودہ شمارہ بھی اسی کا مرہون منت ھے۔ میں ارکان ٹرسٹ بالخصوص اس کے سکریٹری سید صابر علی ھاشمی مرحوم کا بے حد ممنون

هوں جن کی سفارش اور علمی قدردانی کی بدولت اس شمارہ کا کاغذی پیرھن اور پیکر تصویر بن سکا۔ ھاشمی صاحب کو مرحوم لکھتے وقت قلم کانپ رھا ھے۔ اس لیے کہ ابھی صرف چوبیس گھنٹے قبل وہ صحت و توانائی کا زندہ مجسمہ تھے۔ ان کے اچانک انتقال سے قدیم اردو کا ایک مربی اور محسن ھم سے چھن گیا ھے۔ ان کے ذھن میں اردو زبان سے متعلق کئی منصوبے تھے۔ افسوس ھے کہ وہ اپنی زندگی میں انھیں عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ ادارہ قدیم اردو اپنے محسن کے سوگ میں مرحوم کے پسماندگان اور عزیز و اقارب کے ساتھ برابر کا شریک ھے۔

حیدرآباد | مسعود حسین خاں

۱۷ / جولائی سنہ ۱۹۶۸ ء

الٰہی زبان کنج توں کھول موجہ
امولک بھاکر نکو جیہ بول موجہ
کہوں باسم اول تو اللہ لائی
کلی موکہ کھلی جیبہ بھر کے دوائی

ابراہیم نامہ کے پہلے صفحے کا عکس

ابراهیم نامه

حمد[۱]

الٰہی ! زباں گنج توں کھول موجھ ۱/الف
آمولِك[۲] بہا کر ، نه کُچ بول موجھ
کہوں باسم اوّل تو الله لائے
کِلیِ[۳] مکہ کِھلے ، جیسہ پَھکڑی[٤] ڈُلائے[٥]
بچن میٹھ رس چوڑیں بوند آئے ۱/ب
بَھورَ[٦] کان عارف بُھلیں[۷] ، باس دھائے[۸]
ولے چت جناوِر[۹] نه کرسك[۱۰] اڈان[۱۱]
صفت جھاڑ چڑ[۱۲] ڈال تجھ ایك پان[۱۳]

---

۱ - عنوان اضافه مرتب ۲ - هندی اَموَلك هے ، مرهٹی امولِك هے: بیش قیمت ۳ - دونوں نسخوں میں اصل املا « بکوچه بول » هے - « نه کچھ بول » سے زیادة بهتر معنی نکلتے هیں اور دکنی اردو کے محاورے کے مطابق هے یعنی بول (کلام) جو کچھ بھی نہیں : حقیر کلام - ۳ - کلی کا تلفظ ٤ - پنکھڑی ٥ - هلائے - ٦ - بھنور ۷ - بھنورا ۷ - بھولیں : فریفته هوں ۸ - دوڑے - ۹ - دل کا جانور ۱۰ - کرسکے ۱۱ - اڑان ۱۲ چڑھ ۱۳ پتّه -

جتنا[1] عقل بازو فکر کر اڈان
نہ سپڑے[2] جرم[3] انت[4] تجھ شاخ گیان[5]
تہیں[6] توجھ تہیں[7] ہو جگت سب سریا[8]
تہیں روپ عالم لئے[9] اپنا بھریا
کیا گنج مخفی تھے پرکٹ[10] نمائے[11]
نہ تھا کچھ سو روشن کیا جگ تو آئے
رچیا[12] کھیل جل منڈلی[13] بے شمار
بچھایا طرف جد[14] یو عالم نگار[15]
دھریا رات پردا دیوا[16] دیس[17] لائے
بھریا گنج قدرت پٹارا[18] پھرائے
ستر[19] باند[20] ارواح پتلی کھلاؤ[21]
ہر ایک جنس کے روپ، ہر شے دکھاؤ
نہ بوجھیا کہیں اُس سُتر کا جو ماؤ[22]
رہے ڈھوڈھ[23] بھو تیک[24]، ناسدھ[25] پاؤ

---

۱ - جتنا ۲ - سپڑنا : گرفتار ہونا ۳- ھمیشہ ٤- حد ٥- شاخ معرفت ٦ - توھی ٧ - تھے ٨ - سرنا : مکمل ھونا ۔ ۹ - بہت ۱۰ - ظاھر ۱۱ - نمودن سے فعل : ظاھر ہونا ۱۲- بنایا۔ ۱۳ - سمندر ۱٤ - جب ۱۵ - تصویر، نقش، حسین ۱٦ - دیا - ۱۷- بروزن بھیس : دن ۱۸ - جادو کا پٹارا ۱۹- سوت، تاگا - ۲۰ - باندھ ۲۱ - پتلیاں نچائیں ۲۲ - اصل، بنیاد ۲۳ - ڈھونڈھ - ۲٤ - بہتیرے ۲۵ - خبر، معرفت -

کھڑا ہو رہیا عقل عالم حیران ۲/ب
نہ دِستا[۱] عِلم اُس کُنہ کا بیان
کیسے سب صرَف کر تو ماضی خیال
نہ ہو[۲] سَمُجھ کس کو ، یو احوال حال
کِیتے[۳] شاہ اسوار[۴] اُس پنتھ[۵] آئے
اڑے گرد ہو کر نہ کچھ سُدّھ پائے
ایسا ہے وُ[۶] قادر اپس[۷] گیان آن[۸]
پھراوے چرخ کر یو عالم ، تو جان
کہ یا بازی گر جیوں زماناں دکھائے ۳/الف
کرے کھیل بازار عالم میں آئے
پکڑ رات دن ہاتھ دونوں پھرائے
سُرج چاند کانسے[۹] امرت بس ملائے
کدھیں[۱۰] چاند کانسے تھے بس نس[۱۱] جھڑے
سو اس پیو کر سب جگت تو مرے
کدھیں سُرج کانسے تھے امرت پیوے
موا دور عالم سو پھر کر جیوے

ـ دِسنا : دکھائی دینا ـ ۲ ـ اصل املا « نحو » ۳ ـ کتنے ـ
ـ شہسوار ۵ ـ راستہ ٦ ـ وہ ۷ ـ اپنا ۸ ـ آننا : لانا ـ
ـ پیالے ۱۰ ـ کبھی ۱۱ ـ رات ـ

کہ یارات ناگن پھرے دھانے کر[1]

گگن کھوٹ[2] پر چھڑھ[3] سو وُ[4] جانے کر ۳/ب

سوپی چاندنا[5] دود[6] کالی دکھانے

وھی پھر جو اُگلے صبح ہو نمانے

کہ یا دیس مل باپ نس مانی تجن

ھوا پو نگڑا[7] چاند نرمل رتن

گنوارے[8] گگن باہ[9] کر تس جُھلا

پکڑ ڈوری کہکش[10] سو تس کو ھلا

پڑیا روتا آنجھواں ڈال کر[11]

پڑے بوند بوند ھو ستارے بکھر

اندھارے کی کوٹی[12] لے دارو پلانے

دسے چاند مکھ بیچ سیاھی سو آنے ٤/الف

کہ یا دیس کا پونگڑا گگن دھر

سُرج اشرفی باندھ گل کرن لڑ

---

۱ - دوڑ کر ۲ - کوٹ (ھکاری تلفظ) ۳ - چڑھ (ھکاری تلفظ) -
٤ - وہ ٥ - چاندنی ٦ - دودھ - ٧ - لڑکا ٨ - پالنا ، جھولنا -
٩ - باھنا : ڈالنا ١٠ - کہکشاں - ١١ - اصل مصرع « پڑیا روتا آنجھو آل کر » ؟ ١٢ - ناریل کا نصف حصہ جسے نروٹی بھی کہتے ھیں = کاسہ -

که جیو رات ڈاکن سو وُ ناڈرے

سو اس جنس لے کر چرخ دن پھرے

که یا روپ کاتب سو قدرت ھو کر

لکھے نیک و بد ورق ماوے[1] اوپر

سفیدی[2] سوں بھر چاند داوات کر

قلم لکھ سو کہکشں، حرف تارے دھر ٤/ب

سکه کر[3] سرج روپ زرحل[4] لگائے

اپس حکم فرمان عالم پھرائے

ایسا ھے وُ قادر اپس آپ گیان

پھراوے چرخ کر یو عالم نشان

جتی میگھ دھاراں ھو برسے جو بند[5]

ھر ایک بند وُ پھر جو ھویں سمند[6]

بھی[7] و سمند[8] ھو سب جو سیاھی دھریں

دوایت[9] ایسی کور[10]، عالم بھریں

---

۱ - مادہ ۲ - اصل املا «صفیدی» ۳ - سکه ڈھالنا ٤ - سونے کا محلول یا پانی جو مصوری میں استعمال کیا جاتا ھے - دونوں نسخوں میں املا «زرھل» ھے ٥ - بوند ٦ - سمندر ۷ - نیز - ھم ۸ - اس کا تلفظ «سمد» کیا جائے ۹ - دوات (برج بھاشا کے علاقے میں یه تلفظ اب تک رائج ھے) ۱۰ - اطراف -

لکھے عرش کرسی گگن وَ رُق بھر ا/۵

ازل ہور ابد درمیاں مشق کر

جتا جیو ترلوک[1] ہو لکھن ہار

نہ پورن[2] لکھے توجہ حرف ایک بچار

سو «عبدل»[3] صفت ایک زباں کیو[4] کرے

چڑی[5] بوند پیتیں[6] نہ دریا سَرے[7]

---

۱ - تینوں عالموں کے جاندار ۲ - مکمل - پوری ۳ - صرف اس شعر میں «عبدل» کا الف سے املا کیا گیا ھے - دونوں نسخوں میں املا یکساں ھے ٤ - کیوں ، ایک طرف دکنی میں اردو میں غنہ بنانے کا رجحان ملتا ھے تو دوسری طرف غنہ گرا دینے کی مثالیں بھی کثرت سے ملتی ھیں - اسے املا کی غلطی تصور نہ کیا جائے ٥ - چڑیا ٦ - پیتے کا انفی تلفظ ٧ - سرنا : ختم ہو جانا -

نعت حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

گسائیں ایکٹ[1] تھا نہ ھور[2] کچھ موجود[3]
نپایا[4] محمد سوں لك[5] جگ وجود
جو تھا گنج مخفی سو پرکٹ[6] دکھانے ۵/ب
عِشق آرسی میم مصقل[7] پھرانے
احد دور کر میم احمد کیا
حرف چار[8] مل بھید چارو[9] دیا
شریعت، طریقت، حقیقت، بیان
کیا معرفت عین اس پر عیان
پھرے فلك نوبت[10] ھو اس بار[11] پر
کمر باندہ[12] کہکش سو اس ٹھار[13] پر

---

۱ - ایك ۲- اور ۳ - « مجود » بروزن فعول تلفظ کیجئے - اس لفظ کا عوامی تلفظ « میجود » یا « مہجود » اب تك رائج ھے -
۴ - نپانا : پیدا کرنا ۵ - لاکھ ۶ - ظاھر ۷ - دونوں نسخوں میں املا : مسقل ۸ - احمد کے چار حرف ۹ - چاروں (غیر انفی تلفظ) ۱۰ - نوبت : باری سے پھرہ دینا ۱۱ - دروازہ - چوکھٹ
۱۲ - کمربستہ - حاضر خدمت ۱۳ - جگہ - مقام -

هجرت کرتا تو اس کی وھاں بھی کچھ نہ کچھ شہرت ھوتی اور کم از کم قدماء کے بعض تذکروں میں بکٹ کہانی کے مصنف محمد افضل کی طرح اس کا بھی ذکر ضرور ھوتا۔ یہ مسلم ھے کہ ابراھیم کے دربار میں شعراء وموسیقار جوق در جوق ملک کے دور دراز گوشوں سے سمٹ کر پہونچ گئے تھے۔ اس کی شہادت مورخین کے یہاں بھی ملتی ھے، سہ نثر ظہوری میں بھی اور عبدل نے بھی ان الفاظ میں دی ھے:

ایسا شہ گرد دیکھ آ جگ سَرَن
سِہاسَن بچھا، بیٹھ دَکھن دَھرن

عبدل کے سلسلے میں ایک اور دلچسپ بحث اس کے پورے نام کے بارے میں رھی ھے۔ چوں کہ «عبد» کا لفظ لا تعداد اسلامی ناموں کے ساتھ منسلک ھوتا آیا ھے، جیسے «عبداللہ» «عبد العلی» «عبد الغنی» «عبد القادر» وغیرہ۔ ظاھر ھے عبدل کا پورا نام انہیں میں سے کوئی ھوگا اور «عبدل» محض عرف کے طور پر لیا جاتا ھوگا، جس طرح آج بنگالی میں نذرالاسلام کو نذرل (بلکہ نجرل) کے نام سے یاد کیا جاتا ھے۔ عبدل نے اس نام کو ابراھیم نامہ میں تخلص کے طور پر نصف درجن سے زائد بار استعمال کیا ھے۔ ان میں سے ایک جگہ (شعر ۳۶) دونوں مخطوطوں میں اس کا املا «ابدل» ملتا ھے۔ باقی ھر جگہ صحیح املا لکھا گیا ھے۔

٭ کھڑا دیس[1] بوڑھا ھو پردار[2] بار[3]
پکڑ رات کی سیاہ لکڑی کنار
ھوئی جشنی رات دیوتن[4] کی بھیس
اجالا پکڑ نور دیوٹی[5] لے دیس
ھوا صدق کا دیس جگ دل اُپر
رھیا سورج ایمان کا روپ دھر
کیا جگت ظاھر سو اس ذات لگ
سنایا ندا کر سو « لولاک[6] » جگ
ھوا آپیں عاشق و معشوق کر[7]
دیکھا روپ اپنا ، سو آپیں نظر
عشق بھید بوجھا انھی نے تمام
ھوا خاتم الانبیاء توس[8] نام

---

*ـ اشعار نمبر ٤٢ اور ٤٣ نسخہ س میں نہیں ھیں ١ ـ دن ٢ ـ پہرہ دار ٣ ـ دروازہ ٤ ـ دیوی ٥ ـ چراغ ـ مشعل ٦ ـ حدیث قدسی: « اے محمد اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو عالم کو پیدا نہ کرتا » ٧ ـ کر : کر کے ، ھو کے ـ دکنی اردو میں کثرت سے استعمال ھوتا ھے ٨ ـ توس : (برج : تاس) : اس کا ـ

نہ تجھ صفت دفتر ورق کو بھرائے

کوتے[1] ساتو دریے[2] جوانگلیا[3] کو لائے

اگر جیبھ ہر بال ہوویں ہزار

نہ « عبدل » صفت کرسکے ایک بچار

۵۰ اَپس آل و اصحاب کَے[4] ساتھ لے

اَھل پنج تن دوڑ مجھ ھاتھ دے

---

۱ - کوتاہ - حقیر ۲ - ساتوں دریا - پرانوں کے مطابق سات دریا (سمندر) ھیں جن کے نام کشار، جل، کشیر، ودھی، دھرت، سرا اور مدھو ھیں - ۳ - انگلیاں (غیر انفی تلفظ) ٤ - کو -

درمدح یاران رسول اللہ صلعم

نبی پریت کے تھے سنو، چار یار
بَلکہ[1] وُ رتن چار، چارو[2] کنار
پدک[3] دین مجلس جُڑے وُ رتن
کندن صدق سوں اسک رہے وُ جتن
ہوئے مدہ سونایک[4] نبی درمیان
سریا[5] ہر دو عالم میں جس جوت آن[6]
اول رتن ملیا ابوبکر جان
کہ جس صدق کا کچھ نہ آوے بیان
دوجا[7] رتن سانچا بھی عمر خطاب
کہ جس عدل سوں دین سپڑیا[8] شتاب
تجا[9] رتن جانوں بھی عثمان عفان
حیا کا کیا حدّ، سنجیا[10] قرآن
چوتھا رتن جانوں سو مل کر علی
شجاعت، سخاوت، ولایت، ولی

---

۱ - بلکہ ۲ - چاروں ۳ - قیمتی دھات کا ٹکڑا جس پر جڑاؤ کام ہوتا ہے - گلے کا ایک زیور ۴ - مدھیہ + سُ + نایک = سردار ۵ - سرنا : مکمل ہونا ۶ - آکر ۷ - دوسرا ۸ - سپڑنا : گرفتار ہونا - مشتمل ہونا ۹ - تیسرا ۱۰ - سنجونا : جمع کرنا، مرتب کرنا -

محمد سو جڑ ھے ، علی پیڑ جان
هووے خانوادے چودہ شاخ آن
خلافت جگت کی سو (وُ) پان[1] سب
لگے پھول بیعت ، صدق پھل سو تب
جکو[2] پیر اپنے سوں[3] منکر جو ھوئے ۸/الف
کھوملی سو تحقیق ، مشرک ھے سوئے

۱- پانے ۲- جو کوئی ۳- سے -

در تعریف مرشد شہباز[1] سید محمد گیسودراز

زباں اب سنور[2] شاہ مرشد آواز
محمد حسینی جو گِسُ الدّراز[3] ۸/

وهی هے علی کے نسب کا چراغ
وهی هے نبی آل کا خاص باغ

وهی عاشقوں میں سچا عشق باز
انهی ساچ بوجهیا هے معشوق ناز

وهی عشق صورت هو عالم میں آئے
ولایت ولیو[4] میں هو روشن نمائے

نه اس شاہ سا شه ولایت هے کوئے
که جس شاہ کو شاهی دیوے، سو هوئے[5]

کیا شاهی سو دور فیروز[6] گهر
نوازیا سو احمد[7] گدا، شاہ کر

---

۱ - س شہباز ندارد ۲ - سنوار ۳ - دونوں نسخوں میں «گیسودراز» کا املا اسی طرح هے، هرچند عنوان میں گیسودراز هی لکها گیا هے - غالباً عوامی تلفظ «گِسُدّراز» هی تها ٤ - ولیوں (غیر انفی شکل) ٥ - نسخهٔ س میں اس شعر کے بعد یه عبارت درج هے «فیروز کون سا بادشاہ تها» ٦ - فیروزشاہ بہمنی - ۷ - احمد خان (احمد شاہ ولی بہمنی) جو فیروزشاہ کا بهائی تها لیکن فیروز اپنے بیٹے حسن خان کو اپنا جانشین بنانا چاهتا تها - عام لوگ احمد خان کی تائید میں تهے اور حضرت بندہ نواز کی =

یہیں شاہ مجھ کوں سو توں اب نواز

کھوں کھول مخزن میں تجھ سوں یو[1] راز

توں دے مجھ شعر کوں سُو ھرو[2] جہان[3]

نظر شاہ استاد مقبول آن[4]

=ھمدردی اور دعائیں بھی اس کے ساتھ تھیں۔ بالآخر دونوں بھائیوں کی معرکہ آرائی میں احمد کو فتح حاصل ھوئی اور وہ سنہ ۱۴۲۲ ء میں تخت نشین ھوا۔

۱ - یہ ۲ - حسین ، دلفریب ۳ - یہ مصرع دونوں نسخوں میں دو بار درج ھے ۔ نسخۂ الف میں پہلی مرتبہ اس مہمل ڈھنگ سے : ع توں مجھ شعر د کوں سو ھورو جہان ۔ نسخۂ س میں اس شعر کا دوسرا مصرع غائب ھے ۴ - آننا : لانا ۔

در تعریف حضرت استاد عالم پناه ابراهیم عادل شاه خلد الله ملکه و سلطانه

عَقل هاتھ سوں چِت دھریا فکر کان[1]
سُمِر[2] شاه استاد کا بچن گیان
نه مجھ شاه استاد سا هور کُو[3]
دیؤو جس میں اُپما[4]، نهیں جُور[5] کُو
وهی جَهاں هے[6] سانچا تو سبحان هے
وهی جگت گُرُو[7]، شاه سلطان هے
اتها[8] روپ مخفی جو سبحان کا
۹/الف هو پرکٹ[9] جگت شکل سلطان کا
لقب شاه عادل براهیم ملائے
کیا حرف نو روپ[10] مل کر خدائے
جتا کچھ سِمریا[11] جگت نو بھید رس
سو وُ سب خدائے کیئے شاه بس

---

۱ - « دل نے عقل کے هاتھ سے فکر کے کان پکڑے» ۲ - سمرنا: یاد کرنا ۳ - کوئی ٤ - تشبیه ٥ - جوڑ، مثل ٦ - س میں غائب - الف میں اس کا املا « ة » هے ۷ - جگت گرو: ابراهیم عادل شاه ثانی کا لقب ۸ - تها ۹ - ظاهر ۱۰ - حرف نو روپ: « شاه ابراهیم » کے نو حرف هوتے هیں ۱۱ - مکمل هونا، پیدا هونا، پھوٹنا -

۷۵ سو اس تھیں ھوا روپ نورس[1] اوتار

نوا[2] روپ پرکٹ ھو نو بُدّھ بچار

چَتُر شاہ نورس بَرنھا[3] رنــگ بھر

دیکھیا چاشنی[4]، لا زمیں گــگُــن پر

---

۱ - ابراھیم کو لفظ «نورس» سے بے حد دلچسپی تھی - نہ صرف اس کی تصنیف کا نام «کتاب نورس» ھے بلکہ خود اس نے اور اس کے عہد کے مصنفین اور مؤرخین نے یہ ترکیب بے شمار چیزوں کے لئے استعمال کی ھے - نورس پور، نورس محل، نورس نامہ (تاریخ فرشتہ کا نام) وغیرہ - عبدل اسی لئے ابراھیم کو «شاہ نورس» کے نام سے یاد کرتا ھے - اس ترکیب کے سلسلے میں کئی قسم کی قیاس آرائیاں رھی ھیں - ابراھیم شاھی مؤرخ رفیع الدین نے بادشاہ کی شراب نوشی کے ایک واقعہ کا حوالہ دیتے ھوئے اس کا استخراج بادشاہ کے اس فقرے سے کیا ھے «امروز مرا کیفیت نورسیدہ» - ھمارے خیال میں یہ ترکیب خالص ھندوی ھے - نورس ھندو جمالیات کے مطابق تمام رسوں کا مجموعہ ھے - عبدل نے بھی مذکورہ بالا اشعار میں حسب ذیل تراکیب «نوکرہ» «نوبدّہ» «نوگگن» «نوکھنڈ» «نورات» میں «نو» عدد ھی کے معنوں میں استعمال کیا ھے نہ کہ فارسی «نو» (نیا) کے معنوں میں - اس لئے «نورس» کو ھندوی ترکیب ھی قرار دیا جانا چاھئے ۲ - نیا ۳ - ؟ ٤ - نمونہ، امتحان -

گگن نو اوپر نو گره[۱] لائے کر ۱۹/

زمیں کنڈ نو[۲] پر رتن نو سو جڑ[۳]

دَھریا سِیس[٤] روزو[٥] میں نو روز ، جان

پکڑ رات میں روپ نو رات[٦] آن

دھریا بھید سنگت[۷] میں نوسُر[۸] پکڑ

لگا روِپ سائت[۹] میں نو رس جو دھر

۸۰ اول تھے خدا یوں کیا آشکار

ھوا جَگت گُرُ ، شاہ نورس نگار

سو اُس شاہ گُن پھول کیوں آن کر

زباں مالنی[۱۰] گُند[۱۱] بچن تار لڑ[۱۱]

سو بُدّھ[۱۲] ٹو کری میں نہ جاویں بھرے

فِکر[۱٤] ھاتھ دھرتیں[۱٥] وُ پھول جَھڑ پڑے

۱- نوسیارے ۲- نو کھنڈ : زمین کے نو حصے ۳- جڑ
٤- باق ، دیگر ٥- روزوں کا غیر انفی تلفظ: دنوں ٦- نو راتری:
آسون مہینے کی پہلی نو تاریخیں جب درگا کی پوجا کی جاتی ھے
۷- سنگیت ۸- عام طور پر سات سُر مانے جاتے ھیں ۹-ساعت:
نیک گھڑی ۱۰- زبان کی مالن ۱۱- گوندھنا : موتیوں یا پھولوں کی
لڑیاں بنانا ۱۲- یہاں املا « ڑ » سے کیا گیا ھے باوجود اس کے کہ
قافیہ « کر » کے ساتھ کیا گیا ھے ۱۳- بُدّھی: عقل ۱٤- فکر کا غلط
العوام تلفظ - مرھٹی میں « فِکیر » ھے ۱٥- دھرتے (انفی تلفظ)-

فہم مالی[1] جوں لیے صفت پھول راس[2]

گندیا خیال بھنورا، پھرا کونہہ[3] باس

اگرچہ طُرا[4] شاہ لایق نہ ہوئے

بہر حال مجلس میں راکھو پڑوے

نہ ایسا سنا کوُ سو دیکھا عیاں

بدیا[5]، لچھمیں[6] جوڑ دیوے دو دان[7]

تمھن پاس رہ شاہ دو نہو[8] تو آئے ١١/الف

نظر دیکھ جس بھر، سو ردھ سدھ[9] پائے

ایسا شہ گرو دیکھ آجگ سرن[10]

سِہاسن[11] بچھا بیٹھ دکھن دھرن[12]

گنی[13] لوگ، لقمان بُدھ[14] بے شمار

سُرج شاہ استاد کا ایک بچار[15]

---

١ - فہم (عقل) کا مالی ٢ - راشی: ڈھیر ٣ - کون (ھکاری تلفظ)
٤ - طُرّہ: پھولوں کی لڑیوں کا بنا ہوا گچھا ٥ - ودیا: علم -
٦ - لکشمی: دولت - خوش قسمتی (ان کی دیوی) ٧ - عطیہ، بخشش ٨ - دونوں ٩ - ردھ سدھ: خوشحالی اور کامرانی
١٠ - شرن: جائے پناہ ١١ - سنگھاسن: تخت ١٢ - زمین، سرزمین
١٣ - اہل فن ١٤ - لقمان کی سی عقل رکھنے والے ١٥ - خیال، ارادہ -

ابراهیم نامه کے آخری حصے میں (شعر ۲٦٤) عبدل تخلص لفظ «کیتی» (کتنی) کے ساتھ ملا کر لکھا گیا ھے۔ نسخه الف کا املا مـع اعراب «عَبدُ الکیتے» ھے اور نسخه س میں «عبد الکیتی» ھے۔

شعر حسب ذیل ھے:

تو عبد الکیتے صفتِ شه کر بیاں
رھے ھے سو بھر کر زمیں آسماں

چوں که نصیر الدین ھاشمی۱ اور ڈاکٹر زور۲ کے پیش نظر صرف نسخه س تھا اسلئے مصرع اول کے املا پر دونوں نے یه قیاس کیا ھے۔

عبد الکیتی = عبد الکنی = عبد الگنی = عبد الغنی

اس طرح ان دونوں کی رائے کے مطابق شاعر کا پورا نام عبد الغنی ھوگا۔ ڈاکٹر نذیر احمد نے بھی ان دونوں کی رائے پر صاد کیا ھے۳۔ لیکن نسخه اونده کی موجودگی میں نام کی یه قرأت قطعی طور پر غلط قرار پاتی ھے۔ اس شعر کی قرأت در اصل حسب ذیل ھے:

تو عبدل کیتی صفت شه کر بیاں
رھے ھے سو بھر کر زمیں آسماں

---

(۱) دکن میں اردو (چھٹا ایڈیشن) ص ۱۹۰، ۱۹٦۳ء اور اردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست (کتب خانه سالار جنگ میوزیم) ص ۸۰۰، ۱۹۵۷ء

(۲) تذکرہ اردو مخطوطات (جلد اول) ص ۲٦۸، ۱۹٤۳ء

(۳) Zuhuri: Life and Works, p. 166, 1953.

جتے علم عالم اپس بُدّھ[1] علام[2]
نہ بدھ[3] شاہ استاد کا رَج[4] ہو فام[5]
نظر شاہ استاد جس پر جو ہوئے
ہر ایک روپ بِدّ یا میں اس سر[6] نہ کوئے ١١/ب
سو شہ جگت گُرُ ہے پَرَس[7] جیوں نشان
ملے لوہ[8] شاگرد چَو[9] طرف جان
ولیکن پَرَس مِل کنچن[10] مول[11] ہوئے
نظر شاہ پڑتیں کُندن تول[12] ہوئے
اُنھی شاہ استاد کر سو نظر
بلایا جو « عبدل » کوں سر ہاتھ دھر[13]
نوی[14] بات مضموں[15] کر ایک کتاب
نہ کنُو فکر گندیا ہے تس کا جواب
نہ باقی رہے کچھ تو عالم نشان ١٢/الف
اگر کچھ رہے تو بچن شعر ، جان

---

١ - اهل عقل ٢ - بڑے عالم ٣- بدھی : عقل ٤ - خاك ، دھول ، پھولوں کا زیرہ - یہاں پر « ذرہ » مراد ہے ٥- فہم = فہام (دکنی اردو) = فام (دکنی اردو) ٦ - جیسا ، مثل ٧ - پارس ٨ - لوہا ٩ - چاروں ١٠ - سونا ١١ - مولیہ : قیمت ١٢ - برابر ١٣ - شفقت کا ہاتھ سر پر رکھ کر ١٤ - نئی ١٥ - دونوں نسخوں میں املا « مزمون » ہے ۔

شِعرَ شاھو کا تو سو ھے یادگار

رکھے ناؤں عالم میں جیوتا[1] قرار

کہ جَو تلکوں[2] دنیاں[3] رھے کر منڈاں[4]

بھرے شعر تلکوں[5]، ھو عالم نشان

سو یو بچن[6] سن شاہ استاد کاں[7]

پوچھیا جَگت گُرُ شعر کہہ کس زباں

زبان ھندوی مجھ، سو[8] ھوں دھلوی

نہ جانوں عرب ھور عجم مثنوی ۱۲/ب

---

۱ - جیتا۔ زندہ ۲۔ جب تک ۳ - دنیا (انفی تلفظ) ٤ - کائنات
٥ - تب تک ٦ - لفظ، کلام ٧ - کا (انفی تلفظ) ٨ - نسخہ
س میں «سوں» ھے -

پند فرمودند[1] حضرت استاد در باب شعر

کہیا شاہ استاد عبدل سو یوں
* توں ہر ایک زبان کر شعر بات کُھود[2]
شعر فنّ سب ملک میں ایک دھات
عِشَق ایک پرکٹ ۔ چھَپن[3] روپ بات
زباں روپ پرگٹ جو جس ملک کر
اسی بچن سوں شاعری بول دھر
آمولک رتن لے توں ہر ایک دوکان ۱۳/الف
نظر ڈھوڈھ کر خوب جو توں نشان
سو توں شعر ہر ایک زباں بول یوں
بھرے جوت معنی رتن تول جیوں
کہ کرتا فکر شعر میدان آؤ
دپٹ[4] کر سو ادراک گوڑا[5] دوڑاؤ

---

* دو نوں نسخوں میں یہ مصرع اس طرح غلط درج ہے: ع
توں ہر ایک زباں کر شعر توں بات کھن ۔

۱ ۔ س ، فرمودن ۲ ۔ کوں (ہکاری شکل) ۳ ۔ چھپن کا عدد دکنی اردو میں لاتعداد کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ دوسری جگہ عبدل نے «چھپن دیس» کی ترکیب استعمال کی ہے ۴ ۔ دپٹ (دکنی اردو کی صوتیات کا عام اصول : جب دو کوز آوازیں پاس پاس آتی ہیں تو پہلی آواز دندانی ہوجاتی ہے) ۵ ۔ گھوڑا ۔

توں دے مکھ لغامی[1] عقل لات کر[2]
فہم پاولیاں[3] سوں چلا ڈاٹ کر
تولنگ کر چمت[4] بھید[5] کی دھات دھات
بھی کاڑے پھرائے[6]، جوڑ اُپما کی بات ۱۳/ب
پکڑ جیبھ ھو ڈاٹ چابک سوار
پھرا کر بچن روپ چابک سو مار
لجا کر دکھا عارفوں کی نظر
تو سب ھوئے معلوم عیب (و) ھنر[7]
۱۱۰ اگر لک امولک رتن جوت ھوئے
نہ بن جوھری تس پچھائے[8] تو کوئے
ھَریا[9] کاچ[10] ھور پاچ[11] یک تول ھے
ولیکن برجھن ھار تھے مول ھے
یہیں بچن «عبدل» جو ھیں کاچ سے[12] ۱۴/الف
توں کر، شاہ استاد! تس[13] پاچ سے

۱ - لگام (لغام، شمال کی عوامی زبان میں بھی رائج ھے) ۲ - لات کرنا: ایڑھ لگانا۔ اس کی دوسری قرأت «لاد» کر بھی ھوسکتی ھے اس لئے کہ دکنی اردو میں [ت] اور [د] تبادل پذیر ھیں ۳ - پاول (مرھٹی): پاؤں ٤ - تماشا، حیرت ٥ - قسم، طرح ٦ - دونوں نسخوں میں یہاں ایک [و] زائد درج ھے ۷ - الف میں «عیب ھنر» ھے ۸ - پچھاننا: پہچاننا (پنجابی کا مخصوص لھجہ) ۹ - ھرا ۱۰ - کانچ، شیشہ ۱۱ - سبز رنگ کا ھیرا، پنا ۱۲ - جیسے، مثل، مانند ۱۳ - بچن (جمع) کے لئے اسم ضمیر واحد کا استعمال۔

در تعریف سخن و الفاظ شعر گفتن

کہوں ، کوٹھری دل . وہم کُلف[1] کھول
فہم کیل[2] ادراك دھر ، ھاتھ تول
ھوا عقل پرکٹ سو مکھ محل پر
صَدَر جیبھ رَچ ، فکر فرّاش دھر
تواسیان[3] بچھا ، طبع موزوں سنوار
نوے[4] بول مضمون . مجلس نگار ۱۴/د
بچن روپ ھو شاہ درمیان آئے
کھڑے رہ تُکاں[5] ،قافیے جوڑ پائے
آرَھتھ[6] بھید مہکار خوشبوئی باس
ھو یوں شعر مجلس بچن کے اُلاس[7]
بچن رِچ ھے عقل کی مُولَکا[8]
بچن باس ھے عقل کے پھول کا
* بچن روپ لاحق کیا جگ رچن
بچن جوت پرکٹ ھو قدرت رتن

---

* نسخہ س میں شعر نمبر ۱۱۹ کے مصرع اول شعر نمبر ۱۲۰ مصرع دوم اور شعر نمبر ۱۲۱ کے مصرع اول میں لفظ « بچن » غائب ھے ، غالباً کاتب کے پیش نظر ایضاً کا نشان ھوگا۔

۱ - کلف : قفل ۲ - کنجی ۳ - غالیچہ ۴ - نئے ۵ - تُك : قافیہ ۶ - ارتھ (ھکاری) : معنی ۷ - اُلاس (مذ) : خوشی ، چمك دمك ۸ - کلا ، انکرا۔

بچن لا رچیا سب یو عالم، فنون
بچن روپ پرکٹ ہو کُن فیکون ۱۵/الف
بچن درمیاں رہ ازل ہور ابد
رچیا تین ترلوک[2] لا کر سبد
نکل گیان دریا تھے یک بچن بند
اٹھیا شوق ہو موج مجھ دل[3] سمُند
پھرے عقل غوّاص[4] ہو درمیاں
فہم ہاتھ سوں لے فکر سیپ آن
پکڑ جیبھ کُورتی[5] ستی[6] اب کنار
پڑیں بچن موتی ہو مضمون[7] تہار[8]
سو لے جوہری کان چن کر بچار ۱۵/ب
نوی خیال لڑ گوند کر آشکار
لِجا[9] عارفوں کی دکھا نظر ہاٹ[10]
ہر ایک جوت معنی بھرے کونہ[11] گھاٹ[12]
دھروں آں کر میں سو وُ نگ بچن
جنہوں[13] دیکھ جاویں سو جھپ[14] نور تن

---

۱ - رچنا : بنانا ۲ - تین ترلوک کی ترکیب غلط ہے اس لئے کہ لفظ «ترلوک» میں تر = تین (تر + لوک) ۳ - س ندارد - ۴ - دونوں نسخوں میں املا «غواس» ۵ - ؟ ۶ - سے ۷ - دونوں نسخوں میں املا «مزمون» ۸ - تہال ۹ - لے جاکر ۱۰ - بازار ۱۱ - کون ۱۲ - گھاٹ : وضع، ساخت، شکل ۱۳ - جنہیں ۱۴ - جھپنا : جھینپنا، شرمانا -

رتن اور بچن جوڑ نا ایک تول
رتن تھے اَدھک[1] جان آت[2] بچُن مول
رتن جو امولك ملیں لاك ھجار[3]
سٹیں[4] وار[5] کر یك بچن کے بچار ١٦/الف
وانے وُ رتن تو پتھر کھان جان
امولك بچن نکل دل درمیان
کدالی فکر لے عقل ھاتھ دھر
ڈھوڈھے فھم انکھیوں، نظر گیان کر
سو اُس جنس لیا کر میں یك تھان[6] دھروں
امولك بچن نگ پدك بُدھ[7] جڑوں
ولیکن میں دُرجك سو کاغذ سنوار
بچن جوت مانك رکھوں تِس مَجھار[8]

١- زیادہ ٢- بہت ٣- ھزار ٤- سٹنا: ڈالنا ٥- نثار، قربان
٦- جگہ ٧- عقل کا ھار ٨- درمیان -

١٦/ب

در تعریف قلم و کاغذ و حرفاں

دِسے روپ کاغذ کپور[١] کا میدان
قلم مَشک کاں[٢] ھَرن پھر درمیان
شکاری عقل دیکھ دل ٹیک[٣] آڑ[٤]
دَھنُک[٥] فکر کالسے، بچن تیر مار
لگیا ٹانک[٦] نافسے، چلیا نَھاس[٧] کر
پڑیاں لوھو دھاراں، حرف مُشک جھر[٨]
بھنور نین آ دیکھ تس پر پھِرے
خوشیوں باس معنی، پنکھیوں[٨] بل تَھرے[٩]
که یا روپ کاغذ اَمرت حوض بھر ١٧/الف
چلے قلَم درمیان، جیوں سانپ پر[١٠]
پھرے چاکھتا ٹانک[١١] جیبھار دو، جان
پڑے زھر جھڑ ڈاڑھ سیاھی بھر آن
ولے سانپ بِس جھڑ جومل کر لڑے[١١]
حَرَف نین معنی سو دیکھ کر پڑے

---

١ - کافور ٢ - کا (انفی تلفظ) ٣ - ٹیک: ٹیلا، پہاڑی ٤ - اوٹ
٥ - دھنش: کمان ٦ - لوھے کی انی ٧ - بھاگ ٨ - جھڑ ٨ - پنکھوں
٩ - تھرنا: ٹھرنا، قایم رھنا - «پھرنا» اور «تَھرنا» قافیه کیا ھے
١٠ - پڑ ١١ - لوھے کی انی، یہاں نوک قلم مراد ھے ١٢ - نسخه الف میں مصرع اول اس طرح لکھا گیا تھا ع: پڑے زھر جھڑ جومل کر لڑے - بعد کو اس کی تصحیح مذکورہ بالا متن کے مطابق کی گئی ھے - نسخه س میں یه اس طرح درج ھے - ع: پڑے زھر جھڑ (   ) جومل کر پڑے ؟ -

رہے بے خبر ہوس[1] لھڑاں[2] بچار[3]
نہ ٹک دھیر[4] دھر چِت[5] ہووے بے قرار

الٰہی! حرف آنکھی معنی نمائے
نظر دیکھتیں آرسی مکھ جیوں آئے

توں کر حرف جھاڑو[6] کیوں سب باردار ۱۷/ب
بھرے خوب معنی سو پھل آشکار

توں بھر بیج معنی سو جیوں بِجّ انار[7]
حرف بول تھوڑے، اَرَتھ[8] بے شمار

---

۱ ـ «سو» کا املا ۲ ـ لھڑاں = لھڑا = لہرا : سانپ یا کسی زہریلے جانور کے کاٹنے کے بعد زہر کا چڑھنا جسے لہر چڑھنا (آصفیہ) بھی کہتے ہیں ۳ ـ بچارا ۴ ـ دھیریہ : ہمت ۵ ـ دل ۶ ـ جھاڑوں (غیر انفی تلفظ) : درخت ۷ ـ انار کے بیج ۸ ـ معنی

ابتدائے کتاب ابراهیم نامه در مدح
حضرت شاه عالم پناه

١٤٥ کروں ابتدا شه براهیم نام
که جس صفت عالم بھریا هے تمام
سَرَگ[1]، مِرت[2]، پاتال، هر ایک دَهر[3]
رهیا روپ سَرور[4] هو عالم میں بھر ١٨/الف
پکڑ جڑ سو کچھوا لگیا سیس ناگ[5]
زمیں کنول لگ اٹھ دِسا[6] گھال بھانگ[7]

١- سورگ لوک: بهشت ٢- مریتولوک: موت کی دنیا - هندو عقیده کے مطابق سات عالم (لوک) هیں - مرتیولوک پانچواں عالم هے ٣- دهرا = دهرتی: زمین ٤- سب سے اعلیٰ ٥- شیش ناگ: سرپ راج؛ سانپوں کا راجه جس کے هزار پھن بتائے جاتے هیں، اور جس کے اوپر کے پھن پر زمین ٹھیری هوئی هے ٦- آٹھ دشائیں: آٹھ سمتیں - هشت جهت (هندو معتقدات کے مطابق) ٧- دونوں نسخوں میں «بھانگ گھال» هے جو قطعی طور پر کتابت کی غلطی هے اس لیے که قافیه «ناگ» اور «بھانگ» هے - دیگر بهت سی مثالوں کی طرح یه مشترك غلطی بھی اس بات کی دلیل هے که نسخه س کسی ایسے نسخے کی نقل هے جو نسخه الف پر مبنی هے - اس کا بھی امکان هے که نسخه الف اور س کے اصل نسخه کا ماخذ ایك هو - بھانگ: ٹوٹ -